ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
جلد ۲، یوم جمعہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۵۶ء شمارہ (۱۱)

اتحادِ اسلامی

آج سے ٹھیک ۱۳۶۵ سال پیشتر جہاں ہادی دوراں حضور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات اور جبلِ رحمت کے دامن میں حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا تھا، وہیں جلالۃ الملک شاہ مسعود نے کرۂ ارض کے چھ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ متحد رہیں اور باہمی مسائل حل کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں آپ نے اپنی تقریر میں مجوزہ اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے نصب العین اور طریق کار پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس کانفرنس میں عالم اسلام کے نمائندہ اصحاب شریک ہوں گے اور اسلامی اتحاد و استحکام پر غور و خوض کریں گے۔

ہم شاہ موصوف کی تقریر کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں دنیا کے مسلمانوں سے ہمدردی اور خیر سگالی کے جذبات رکھنے کا صلہ دے اور ان کی نیک دعاؤں کو قبول فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت دنیا بھر کے مسلمانوں کے مشترکہ مفاد کے لئے اتحاد سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں اور ان کی جملہ تکالیف اور مصیبتوں کا باعث بھی عدم اتحاد ہے مسلمان قوم بحیثیت مجموعی جغرافیائی نکتہ نگاہ سے عالمی نقشہ پر ایک مقتدر مقام کی مالک ہے۔ پھر تمام مسلمان ممالک کی سرحدات سلسلہ وار ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ افسوس کا مقام شاید کوئی نہ ہو کہ باوجود اتحاد کے انتہائی سہل مواقع اور اشد ضرورت کے مسلمان ایکدوسرے سے دست و گریبان ہیں۔ اور اپنے نفاق سے غیر مسلموں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ اگرچہ اسلامی ممالک کا ہر بڑا رہنما ہمیشہ اتحاد و اتفاق پر زور دیتا ہے۔ لیکن عملی طور پر مؤثر اقدام آج تک (باوجودیکہ جنگ عظیم دوئم کے بعد بیشتر اسلامی ممالک آزادانہ خود مختار ہو چکے ہیں) کسی نے نہیں اٹھایا۔ اگر کوئی باہمی کانفرنس بھی ہوئی ہے تو اس کی کارکردگی نشستند۔ گفتند۔ برخاستند سے آگے نہیں بڑھتی اور انہی نمائندوں کے ہاتھوں اسلامی اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں پاتا۔

ہماری رائے میں دنیا کے جمیع مسلم باشندے ہمیشہ اتحاد و اتفاق کے لئے ترستے رہے ہیں۔ لیکن چند مفاد پرستوں کی وجہ سے اتحاد کی بیل منڈھے نہیں چڑھی۔ کبھی تو اتحاد کی راہ میں اسلامی ریاستوں میں مروجہ ملوکیت روڑے اٹکاتی ہے اور کبھی مسلمان جمہوریتوں میں خود غرض لیڈر شپ اسلامی اتحاد کے شیرازے کے تار و پود بکھیر دیتی ہے۔ یہ غرض مند لیڈر کبھی تو افغانی اور ایرانی ہونے کی حیثیت میں سوچتے ہیں اور کبھی خود کو مصری اور ترکی خیال کرتے ہیں۔ اگر کلیتہً ایک اسلامی ریاست کا تصور نہ بھی قابل عمل ہو تب بھی موجودہ جغرافیائی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی دنیا کے مسلمانوں کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اور جہاں کہیں مسلمانوں کو کوفت پہنچے دنیا بھر کے مسلمان ان کی مدد اور مدافعت کے لئے شانہ بشانہ نظر آئیں۔

یہ نا اتفاقی کا ہی نتیجہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ صرف پاکستانی مسلمانوں کیلئے اہم ہے اسی طرح اسرائیل کا خطرہ صرف عربوں کے لئے خیال کیا جاتا ہے۔ اگر فرانس الجزائر کے مسلمانوں پر ستم توڑتا ہے تو ان کو بے آسرا و بے مدد پا کر اور اگر بھارتی مسلمان عصبیت اور تعصب کے آہنی شکنجہ میں ہیں تو محض اس لئے کہ ان کا بیرونی مسلمان ممالک میں کوئی ہمنوا نہیں خدا کرے ہم اپنی بقا کے لئے متحد ہو جائیں۔ شاہ سعود کی مجوزہ اسلامی کانفرنس ہی کامیاب ہو اور مسلمان باہمی اعانت و امداد کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہمارے اتحاد کی راہ میں ہماری بد نیتیاں دور ہو جائیں۔ ورنہ متحد ہونے کے لئے نہ تو کسی نئے عقیدہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی اپیل و تلقین کی۔

بھارت میں پھر فساد

ہماری دعا تھی کہ بھارت میں عید قربان کا تہوار خیر و عافیت سے گزر جائے۔ لیکن ع
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ؟

وہ لوگ جو فرقہ وارانہ فساد کے لئے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور ایسے مواقع کے متلاشی ہیں۔ وہ کب یہ دن خیر و عافیت سے گزرنے دیتے۔ ہوڑہ (کلکتہ) کی ایک خبر مظہر ہے کہ وہاں اکثریتی فرقہ کی پہل سے فرقہ وارانہ فساد ہو گیا۔ اگر یہ فساد وقتی یا اتفاقی ہوتا تو ہم اس کا ہرگز نوٹس نہ لیتے لیکن ہمارے پاس اس رائے کا جواز موجود ہے کہ بھارت میں متعصبانہ ذہنیت کی ایک سکیم موجود ہے جو مسلمانوں کو بھارتی سرزمین پر دیکھنا ہی پسند نہیں کرتی۔ الٰہ آباد کی ایک خبر کے مطابق مسلمانوں کو عید قربان کے موقع پر گاؤکشی سے منع کر دیا گیا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان کسقدر مقید و پابند ہیں۔ اور ان کے مذہب میں بھی حکومت کی طرف سے مداخلت ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان پر عرصۂ زندگی تنگ کیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ التفسیر کا سفرِ حج

گذشتہ اشاعت میں حضرت شیخ التفسیر مدظلہ العالی کی حج کے لئے روانگی کے متعلق مختصراً ہی گذارش کر سکے۔ لیکن احباب ان کی اچانک تشریف بری کے متعلق استفسار فرماتے رہے۔ اس لئے جملہ احباب کی اطلاع کے لئے گذارش ہے۔ کہ اگرچہ حضرت موصوف نے عرصہ پہلے بحری راستہ سے حج کیلئے درخواست دے رکھی تھی۔ لیکن کوئی اطلاع ۱۱ر جولائی تک موصول نہ ہوئی۔ ۱۱ر جولائی کو ۲ بجے بذریعہ ٹیلیفون اطلاع ملی اور چار بجے بذریعہ تار

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

شادی کمیشن کی سفارشات پر تنقید و تبصرہ

پیش کردہ ارکان بورڈ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حکومت نے شادی کے متعلق قوانین کے لئے ایک کمیشن بنایا تھا جس نے چند سفارشات پر مشتمل ایک رپورٹ پیش کی ہے۔ رپورٹ کا مکمل متن اگرچہ ہمارے سامنے نہیں ہے اور ہر چند کہ اس کے شائع کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر تاحال منظر عام پر نہ آسکی۔ اس کے بعض دفعات اخبارات میں شائع کئے جاچکے ہیں۔ اور ملک کے مختلف مکاتیب فکر کی طرف سے ان پر اظہار خیال بھی کیا گیا ہے مسلمانان پاکستان پہلے دور کی ابتداء میں اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ ملک کے سربراہ اور با اقتدار طبقہ جس کے ہاتھ میں ملک کے اختیارات ہیں قومی اور ملی مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی مفید پروگرام مرتب کرکے اب کے دفعہ اس کو کامیاب بنانے کے لئے ایسا لائحہ عمل اختیار کریں گے جس سے ملک کے تمام مسائل حل ہو کر مشکلات رفع ہو جائیں گی۔ مگر بدقسمتی سے ہر دور میں مایوسی کے سوا کامیابی کا منہ دیکھنا آج تک نصیب نہیں ہوا۔ اسلامی دستور بننے کے بعد توی امید تھی کہ اب یہ حضرات ایمانداری اور دیانت سے کام کرکے جلد از جلد دستور کے مطابق اسلامی قوانین کو کتاب و سنت کی روشنی میں مرتب کرکے ملکی نظام کی تعمیر تو اس کے مطابق کرینگے لیکن شادی کمیشن کی سفارشات نے قوم کی توقعات کو خاک میں ملا دیا۔ سفارشات کی بعض دفعات کو اخبارات میں پڑھ کر حد درجہ تعجب ہوا کہ ایک طرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کا اعلان کرکے قوم کو یہ اطمینان دلایا جارہا ہے کہ کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ اور دوسری طرف ایسی دفعات کو قانونی حیثیت دینے کی سفارشیں کی جا رہی ہے۔ جن کا نہ صرف یہ کہ کتاب و سنت میں نام و نشان نہیں بلکہ وہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔ عہد نبوی سے لیکر آج تک امت مسلمہ کے تعامل پر جتنے دور گزر چکے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک دور میں بھی یہ نشاندہی نہیں کی جاسکتی ہے کہ اس دور میں شدید سے شدید تر اختلافات اور سیاسی انقلابات کے باوجود ان دفعات کی طرف امت میں سے کسی نے التفات بھی کیا ہو۔ آخر قول و عمل کا یہ تضاد کب تک رہے گا۔

الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق

اس سے بڑھ کر قابل افسوس بات یہ ہے کہ سفارشات کے متعلق بعض ان خواتین اور بیگمات نے جن کی ساری زندگی لندن اور امریکہ کی تفریحی تقریبات میں گذر چکی ہے۔ اور اسلام کا صحیح علم نہیں رکھتی ہیں۔ یہ رائے ظاہر کردی ہے کہ رپورٹ بھی اسلام کے مطابق اور پاکستانی عورتوں کی مشکلات کے حل کیلئے کامیاب تجویز ہے۔ ہماری رائے سفارشات کے شائع شدہ دفعات کے متعلق کتاب و سنت اور چودہ سو سال کے تعامل امت کی روشنی میں چونکہ قطعی طور پر یہ ہے کہ کمیشن نے اپنی سفارشات میں اسلامی شریعت کو یکسر نظرانداز کردیا ہے۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن دفعات کو ہم قابل تنقید سمجھتے ہیں۔ ان پر بقدر ضرورت مختصر طور پر تبصرہ کریں تاکہ کمیشن اور حکومت اور عامۃ المسلمین پر یہ واضح ہو جائے کہ ایسے دفعات پر مشتمل سفارشات کتاب و سنت پر مبنی عائلی قوانین کیلئے تو سفارشات نہیں ہو سکتی ہیں۔ البتہ ہوا پرست لوگوں کی خواہشات پورا کرنے کے لئے ایک چال ضرور ہے۔ جو مسلمانوں کے ایمانی جذبات سے کھیلا جا رہا ہے۔

ذیل میں وہ دفعات نمبروار مع تبصرہ ذکر کئے جارہے ہیں۔ جن کو ہم کتاب و سنت کے منافی سمجھتے ہیں۔

دفعہ ۱:- کوئی شخص عدالت کی منظوری کے بغیر پہلی بیوی کی زندگی میں دوسری شادی نہ کر سکے گا۔

تنقید و تبصرہ :-

اسلامی شریعت نے عقد اول اور عقد ثانی و ثالث و رابع میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ ان سب کی کھلی اجازت ہے۔ اگر عقد اول کسی عدالت کی اجازت کے ساتھ مشروط نہیں ہوسکتا تو ثانی کیا ثالث و رابع بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کی سفارشات اسی صورت میں قابل غور ہو سکتی ہیں۔ جبکہ پہلے یہ تسلیم کرلیا جائے کہ تعدد ازدواج ایک برا فعل ہے جس کو اگر نہ روکا جائے تو کم از کم اس پر پابندیاں ہی عائد ہونی چاہئیں۔ لیکن اسلام کے فلسفۂ قانون کا یہ نظریہ نہیں بلکہ یہی فلسفہ قانون کا یہ نقطۂ نظر ہے۔ اس لئے اسلامی قانون کی بحث میں ایسی سفارشات پیش کرنا۔ جن کا بنیادی تصور ہی اسلام کے تصور سے مختلف ہو اصولاً بالکل غلط ہے۔

اسلام اور تعدد ازدواج " ہماری قوم کی انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ اس میں اب بھی ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کرکے بھی اسلامی نظریات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ یہی لوگ یورپ سے مرعوب ہوکر مغربی نظریات پر ایمان رکھتے ہیں " تعدد ازدواج مذہب اسلام میں نہ صرف جائز بلکہ بعض تمدنی اور اخلاقی مصالح کی بنا پر مستحسن اور مطلوب بھی ہے۔ مگر یہی یورپ کے مقلدین مغربیت سے متاثر ہوکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام ہی میں تعدد ازدواج ایک قبیح فعل ہے۔ جس کے روکنے کیلئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنی چاہئے۔ اگر ہم یوں کہیں کہ سفارشات میں یہ دفعہ اس لئے رکھائی گئی ہے کہ اس کو قانونی حیثیت دینے کے بعد تعدد ازدواج کو عملاً ممنوع کردیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ذیل میں مسئلہ تعدد ازواج کی مختصر توضیح کی جاتی ہے۔ تاکہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے۔ کہ اسلام میں تعدد ازواج ایک ممنوع فعل ہے

کتاب اللہ و تعدد ازدواج !

قرآن کریم نے صریح لفظوں میں تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے اور متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ البتہ اگر ظلم اور بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ظلم کے خطرے سے بچنے کے لئے چاہئے کہ ایک ہی عورت سے شادی کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً

(النساء)

ترجمہ :- اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ (جب کہ تم انھیں اپنے نکاح میں لاؤ گے) انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں انکے علاوہ تمھیں پسند ہوں۔ ان میں دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرلو لیکن اگر تمھیں خوف ہو کہ ان کے ساتھ بھی عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔

اس مسئلہ کے متعلق سورۂ نساء کی ایک آیت یہ بھی ہے :-

فَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْہَا کَالْمُعَلَّقَۃِ

ترجمہ :- بیویوں کے درمیان (قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں) عدل کرنا تمہارے بس

(باقی صفحہ پر)

مسلسل محنت سے عظمت

از جناب عبدالرشید صاحب عباسی - واہ چھاؤنی

نہ ہو تاب پرواز اگر آسمان تک
تو واں تک اُڑیں ہو رسائی جہاں تک

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "کچھ پانے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے"

اللہ کریم نے انسان کی کمزوری کو ظاہر فرما کر دراصل اس بات پر متنبہ فرمایا کہ یہ کمزوری اس وقت تک دُور نہیں ہو سکتی - جب تک ہر دُکھ سکھ کو زوال پذیر تصور نہ کیا جائے مصائب و آلام میں صبر و استقلال اور راحت و آرام میں حمد و شکر سے کام نہ لیا جائے - اور ہر رنج و آرام کو اللہ کے حکم کا تابع سمجھ کر محض تبدیلی احوال اور تغیر کیفیات نہ مانا جائے، غرض ترقی و تنزل کے اس دور سے دنیا کا کوئی فرد محفوظ نہیں - یہ دکھ سکھ مصیبت راحت انسانی زندگی کے لوازم ہیں - روشن روح بیدار دماغ حیکدار بصیرت - عالی خیال اور پاک ایمان رکھنے والے ہر آفت میں صبر کرتے اور روشنی کی تلاش میں مسلسل محنت و مشقت کئے جاتے ہیں - ان کے عزم صمیم میں ذرا لغزش نہیں ہوتی - ان کی تگ و دو میں بالکل کمی نہیں آتی - نشیب و فراز سے کبھی نہیں گھبراتے منزل مقصود تک پہنچنے میں جس قدر تکالیف ہوتی ہیں، یقین منزل اسی قدر پختہ ہوتا چلا جاتا ہے -

راحت و آرام سے بسر کرنے والوں کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان کی فلک بوس عمارتیں محنت و مشقت کی استوار بنیادوں پر قائم ہیں کوشش و سعی میں ادنیٰ اعلیٰ کا کوئی امتیاز نہیں - محنت کا حق تھوڑا اور بہت سبھی کو ادا کرنا پڑتا ہے بام ترقی پر پہنچنے کے لئے محنت - تندہی اور مسلسل عمل کی سیڑھیوں سے گزرنا ہوگا - دولت، عزت اور کامیابی کا تصور بغیر کوشش و محنت کے خود فریبی ہے -

قدرت کا یہ احسانِ عظیم کہ اس نے انسانی ضروریات سے متعلق ہر چیز تمام کائنات میں عام کر کے یہ بات انسان کے حوصلے اور ہمت پر چھوڑ دی کہ وہ اپنی عقل و فراست کے مطابق استفادہ کرے - دُنیا کا کوئی کام بغیر ہاتھ پیر ہلائے انجام نہیں پاتا - جن لوگوں نے سعی و مشقت سے راہ فرار اختیار کی انہیں گردشِ شام و سحر نے کہیں کا بھی نہیں رکھا - بغیر محنت، عقل و ذہانت بیکار رہیں اس میں شک نہیں کہ عقل و ادراک سے محنت میں مدد اور مساعی میں امداد ملتی ہے - بغیر محنت و جانفشانی کے خوشحالی و کامیابی کے تمنائی ایک ایسی جنت کی خواہش رکھتے ہیں - جس کا نام جنت الحمقاء ہے - یہی وہ طبقہ ہے جو اپنی ناکامی و بدحالی کو قسمت کی تاریکی پر محمول کرتا ہے جبکہ وُہ قسمت کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا وہ اکثر یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ع

نہیں ہوتی کوشش سے تقدیر زائل
برابر ہیں یاں محنتی اور کاہل!
ہلانے سے روزی کی گر ڈور ہلتی
تو روزی نکموں کو ہرگز نہ ملتی -

دراصل نکموں نے بیکاروں کی دلجوئی کے لئے ایک افسانہ گڑھ رکھا ہے جس کو سُن سُن کر خوب سر دھنتے ہیں - اور اپنی کم ہمتی کو تقدیر پر تھوپنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں ؎

نکموں کے ہیں سب یہ رنگین ترانے
سلانے کو قسمت کے رنگین فسانے

اس قول سے معلوم یہ ہوا کہ دُنیا و آخرت کی کامیابی کا مدار عمل پیہم پر منحصر ہے -

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الخ

ارشاد خداوندی ہے کہ

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ تمہیں اس حالت میں جنت مل جائے گی اور حصول کامرانی کے لئے ایمان اور توحید و رسالت کا اقرار کر لینا ہی کافی ہے - نہیں بلکہ عمل اور قربانیوں کی بھی ضرورت ہے - تم پر تکلیفیں ضرور ہیں - مگر تمہیں ابھی اُن مصائب اور شدائد سے تو مقابلہ ہی نہیں پڑا - جو تم سے اگلی قوموں کو پیش آ چکی ہیں "

قدرت نے بارہا جذبۂ ایمان کو پرکھنے کے لئے مسلمانوں کو ان حوصلہ شکن تکالیف میں مبتلا کیا جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے - باوجود شدائد کے ان اللہ کے بندوں نے ہمت و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا - جس کے نتیجے میں قدرت نے تمام خوشحالی اور فارغ البالی ان پر نچھاور کر دی، محنت و مشقت سے جی چرانے والوں کے لئے واقعات ماضی میں کوئی سبق کوئی عبرت نہیں ملتی تو وہ روزمرہ زندگی کو بنظر عمیق دیکھیں کہ ایک طالب علم سالہا سال تک دماغ سوزی و بیداری کی صبر آزما تکالیف گزرنے کے بعد فارغ التحصیل ہونے کی سند پاتا ہے - ایک کسان کو نہ جانے کتنی آندھیوں اور طوفانوں سے دوچار ہونے کے بعد بویا ہوا کاٹنا نصیب ہوتا ہے - ایک سپہ سالار کو مایوسی و ناکامی کے کتنے دریا عبور کرنے پڑتے ہیں موت و حیات کی خوفناک کشمکش دیکھنا ہے - تب کہیں فتح نصیب ہوتی ہے - یہ اور اس قسم کی ہزاروں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں - دُنیا میں جتنے مشاہیر اور اکابر گذرے ہیں انہیں شہرت دوام - زہر گداز اور حوصلہ سوز مصائب و مشکلات کے بعد حاصل ہوئی -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رض - شیخ جیلانی رح خواجہ اجمیری رح - شہنشاہ بابر اور اورنگ زیب رح وغیرہ ان کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محنت کی کیا عظمت ہے

لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ

کے وہی مصداق ہیں جو دین پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ سعی و عمل سے بھی کام لیتے ہیں - "والعصر ان الانسان لفی خسر" الخ

عصر و زمانہ کی قسم بنی نوع انسان بالعموم خسارہ و نقصان میں ہے - صرف وہ لوگ فائدہ میں ہیں جو ایمان و عمل کے جواہروں سے آراستہ ہیں - باہمدگر حق کہنے حق سُننے اور حق پر رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور اعلان حق کے راستہ میں انہیں جن مصائب و حوادث کا سامنا ہوتا ہے - تو نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں - اللہ نے انسان کی ترقی کے لئے کوئی حد متعین نہیں کی "لیس للانسان الا ماسعیٰ" انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنی وہ سعی کرے گا - اللہ کریم مسلمان اور کافر سب کو محنت کے مطابق معاوضہ دیتا ہے البتہ "اَلَّذِینَ آمَنُوا وَ یَتَّقُونَ" اور "اَلَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰت" کی شرط ہے - یعنی دنیا اور آخرت کی کامل فائز المرامیاں صرف انہی کے لئے ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ "اِن کُنتُم مُؤمِنِین" کی شرط کے ساتھ مسلمانوں کو "وَ اَنتُمُ الاَعلَون" کا مژدہ سنا رہا ہے اور اعلان فرما رہا ہے -

"ان الارض یرثھا من عبادی الصالحین" میرے نیک اور باعمل بندے ہی دُنیا میں حکمرانی کے حقدار ہیں - عمل کے ساتھ غیب پر ایمان رکھنے اور دین و دُنیا دونوں کی کوشش میں منہمک رہنے والوں کے لئے ایک اصول ہے - جسے امتحان کہتے ہیں کہ "ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع و نقص من الاموال" الخ

یعنی ہم تمہیں خوف و دہشت فاقہ عسرت جانی مالی و ارضی نقصانات میں کوئی نقصان پہنچا کر آزمائیں گے اور تمہارے استقلال پختگی، ایمان کا امتحان لیں گے" ایسا نہ ہو کہ تم مال مویشی اور باغات کے معمولی عارضی نقصان سے ہمت ہار بیٹھو، ایسے کاہلوں اور کمزور طبیعتوں والے انسان ہمیشہ دوسروں کے دست نگر رہتے ہیں - اور وہ کسی کام کو بھی کمال اچھائی سے نہیں کر پاتے - جو لوگ محنت سے جی چراتے ہیں - وہ صرف اپنے آپ کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ اپنی سستی اور کاہلی سے وہ تمام دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا کر مقصد تخلیق عالم پر ضرب کاری لگاتے ہیں

مقصد بیعت

نمبر ٣

شیخ کامل کی تلاش اور اس کی پہچان

از مولانا محمد شعیب صاحب میاں علی ۔ ضلع شیخوپورہ

حضرت دامت برکاتہم و مدفیوضہم نے اپنے مشہور رسالہ پیر اور مرید کے فرائض میں ص۱۵ پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ القول الجمیل سے شیخ کامل کی پہچان کے لئے پانچ شرائط تحریر فرمائی ہیں۔ وہ ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں:۔

اوّل:۔ جو شخص لوگوں سے بیعت لے اس میں چند باتوں کا پایا جانا لازم ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اسے کتاب و سنت کا علم ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ پورا عالم ہو۔ بلکہ قرآن حکیم میں اتنی بصیرت کافی ہے کہ تفسیر مدارک۔ جلالین یا ان جیسی کوئی تفسیر کسی عالم سے پڑھی ہو اور حدیث شریف میں سے کم از کم مصابیح السنۃ جیسی کتاب کی تحصیل کی ہو۔ اس کا مطلب و مفہوم جانتا ہو۔ اس کے لغات مشکلہ کا ترجمہ اور مشکل الفاظ کے اعراب اور مفصل کی تاویل فقہائے دین کی رائے سے معلوم کر چکا ہو۔ مشکل اس لفظ کو کہتے ہیں جو لفظ اور ترکیب نحوی کے اعتبار سے دشوار ہو اور مفصل وہ ہے جس کے معنی مشتبہ ہوں۔ ایک معنی کی تعیین نہ ہو سکے۔ یا دوسری حدیث اس کے معارض ہو کیونکہ بیعت لینے سے غرض مرید کو نیکی کا حکم کرنا۔ برائی سے روکنا۔ باطنی تسکین کے لئے ارشاد فرمانا۔ عادات رذیلہ سے دست بردار کرنا۔ اور اخلاق حمیدہ کا پیدا کرنا ہے۔ اس کے بعد مرید کا ان سب چیزوں پر عمل کرنا ہے۔ اگر مرشد عالم نہیں ہوگا۔ تو یہ مقصد کسی طرح حاصل نہیں ہو سکے گا۔

شرط دوم:۔ بیعت لینے والے پیر کی دوسری شرط عدالت اور تقوی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ کبائر سے اجتناب کرے۔ اور صغائر پر مصر نہ ہو۔ باعث احتراز خود مرشد کے لئے گناہوں سے باز رہنا اس لئے ضروری ہے کہ مریدوں سے بیعت لینے کا مقصد یہی ہے کہ وہ اس کی صحبت میں گناہوں سے بچیں۔ برائیوں سے تائب اور نیکی کے خوگر ہوں۔ پس جس حالت میں پیر خود ہی منہیات سے نہیں بچتا۔ دوسرے لوگ اس کی صحبت سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ؏

آں کس کہ خود گم است کرا رہبری کند

شرط سوم:۔ تیسری شرط مرشد کے لیے یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبت ہو۔ اور آخرت کا طالب ہو۔ نوافل عبادتوں کو ہمیشہ ادا کرے۔ اور صحیح حدیثوں میں جو اذکار مروی ہیں ان کو بالالتزام ادا کرے۔ اس کا دل ہمیشہ یاد الٰہی میں شاغل ہو۔ اور باطن میں ہر وقت اسی کی دھن رہے

شرط چہارم: مرشد کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے ایسا بھی نہ ہو۔ کہ اپنی کوئی ذاتی رائے ہی نہ رکھتا ہو (جس طرف لگا یا کسی نے لگ گیا) صاحب مروت ہو۔ اور عقل کامل سے موصوف ہو۔ تاکہ جس چیز کا حکم کرے یا جس کام سے روکے اس پر اعتماد کیا جا سکے۔ جب ایک معمولی گواہ کے لئے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ (گواہوں میں سے جن کو پسند کرو) کہا گیا ہے۔ جس کے ہاتھ پر بیعت کرنی ہے۔ اس کے متعلق بطریق اولیٰ اس شرط کا لحاظ رکھا جائے گا۔

شرط پنجم۔ پانچویں شرط مرشد کے لئے یہ ہے کہ مدت مدید بڑے بڑے کاملوں کی صحبت میں گذرا ہو۔ عرصہ دراز تک ان کی صحبت میں ادب سیکھا ہو ان سے انوار حاصل کئے ہوں۔ یہ شرط اس لئے لگائی ہے کہ جس طرح کوئی جاہل عالم کی صحبت کے بغیر عالم نہیں ہو سکتا۔ یا صنعت و حرفت کے کام طالب استاد سیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح جب تک کسی ایسے برگزیدہ انسان کی صحبت نہ اٹھائی جائے۔ جس کا باطن کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہو۔ اس وقت تک پاکیزگی و طہارت باطنی کسی طرح میسر نہیں ہو سکتی۔ انتہیٰ بلفظہ اب سلف صالحین رحمہم اللہ تعالے اجمعین کے شرائط بار بار پڑھئے۔ اور آجکل کے سبھی پیروں پر نگاہ ڈالئے۔ کیا ان لوگوں میں یہ شرائط پائی جاتی ہیں۔ کیا یہ عالم قرآن ہوتے ہیں کیا عدالت و تقوی جیسی صفات ان میں پائی جاتی ہیں۔ کیا دنیا کی رغبت انہیں نہیں ہوتی؟ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عادی ہوتے ہیں؟ کیا کسی کامل سے انہیں مستفیض ہونے کی توفیق ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ جہاں تک حالات کی تحقیق و تجسس آپ کریں گے۔ ان صفات کا مجموعہ کیا ایک بھی ان میں نظر نہ آئے گی۔ قرآن سے بے خبر۔ تقوی سے محروم۔ دنیا کے عاشق۔ امر بالمعروف سے عاری۔ اخذ فیض سے بے بہرہ۔ بلکہ اکثریت ان میں اخلاقی مجرموں کی نظر آئے گی۔ کیا ہر روز آپ اخبارات میں نہیں پڑھتے۔ فلاں جگہ پیر صاحب تشریف لائے۔ جاتے وقت اغوا کر کے چلے گئے۔ فلاں جگہ ایک بزرگ صورت نزول فرما ہوئے۔ نوٹ دگنے کرنے کی کرامت اور سونا بڑھا دینے کی بزرگی جتلانے لگے۔ لوگوں نے لالچ میں آکر نقدی جمع کر دی۔ پیر صاحب نے کمال ہوشیاری اور چالاکی سے سب کچھ سنبھال لیا۔ اور روپوش ہو گئے۔ اور تو جانے دیجئے لاہور جیسے مرکزی شہر میں جہاں زیور علم اور عقل سے عوام آراستہ پیراستہ ہیں۔ اور جہاں سادہ لوح آدمی کا آنا جانا بھی خالی از خطرہ نہیں وہاں ان لیٹروں نے اڈے بنا رکھے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ہی ہم نے اخبارات میں یہ خبر قابل افسوس پڑھی تھی۔ کہ علاقہ مزنگ میں ایک پیر صاحب تشریف لائے جن کی بڑی کرامت یہی تھی۔ کہ نوٹ دگنے کرتے تھے ایک صاحب اچھے خاصے لکھے پڑھے تھے۔ امتحان کے طور پر پیر صاحب کے پاس کافی نوٹ لے آئے۔ جن میں کچھ اپنے تھے۔ کچھ ادھر ادھر سے ادھار لئے گئے تھے۔ اور پیر صاحب کے سامنے رکھ کر فرمانے لگے اگر آپ واقعی نوٹ دگنے کر سکتے ہیں تو ان کو کر دیجئے پیر صاحب نے فرمایا۔ ان کو دگنے کرنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کو میرے حوالے کرنے کے بعد مجھے ایک گھنٹہ تخلیہ میں رہنے دیجئے اور دوسرا ان کو جس چیز میں لپیٹ کر دوں۔ تین دن کے بعد اسے کھولیں۔ چنانچہ دونوں شرطیں طے ہو گئیں۔ اور پیر صاحب نے تخلیہ میں بیٹھ کر نوٹ سنبھال لئے اور ردی کاغذوں پر اوپر کاغذ لپیٹ کر اس کے حوالے کر دیئے۔ اور خود چلتے بنے۔ تیسرے روز جب کاغذ کھولے گئے۔ تو اندر سے ردی کاغذ دیکھ کر نوٹ لانے والے نے اپنا سر پیٹنا شروع کیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ پیر صاحب تین دن سے لاپتہ تھے۔ یہ تو شہروں اور خصوصاً مرکزی شہروں کا حال ہے۔

پیر کرم شاہ (کرنل لارنس) بھی لاہور اور امرتسر جیسے شہروں میں پیروں کے بھیس میں انگریزوں کی جاسوسی کرتے رہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ دیہات میں عوام کالانعام کو کیا سبز باغ دکھا کر لوٹتے ہوں گے۔ مگر ہماری قوم کی اب بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اور ہر لمبے دار سبز عمامہ والے کو اپنا مقتدا و سمجھنے لگے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی والیہ المستعان

مولانا روم فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی بہت سے شیطانی انسانوں کے بھیس میں پھرتے ہیں اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ کھرے اور کھوٹے سچے اور جھوٹے میں تمیز سیکھئے اور پہلے کے دستگیر ہو جائے اور سچے وہی ہوتے ہیں جن کو استقامت علی الشریعۃ حاصل ہو اور نے طمع دین کے خادم ہوں اور نہ کسی دنیاوی طمع کے راغب نہ ہوں۔ اور جن کے پاس آنے سے یاد الٰہی آجائے۔ تو شیخ کامل کے متعلق عرض کیا گیا۔ اب آئندہ انشاء اللہ طالب صادق کیلئے جن شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ وہ عرض ہونگی۔ واللہ الموفق و ہو الملہم للصواب

تحفۂ ادب

(از جناب عاجز لدھیانوی صاحب جامع مسجد لوہہ - منٹگمری)

ربّ کائنات کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے مرشدِ کامل و رہبرِ اعظم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جس نے فسق و معصیت اور الحاد و بے دینی سے ملوث معاشرہ میں صدائے توحید بلند کی۔ گمراہی و ضلالت، ریب و تشکیک کے اندھیروں میں شمع ایمان کو روشن کیا۔ انسانیت کو علم و بصیرت کے وہ جوہر عطا کئے جس پر مشاہیر علم و ادب اور یکتایانِ عقل و شعور انگشت بدندان ہیں انسانی اخلاق و خصائل کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالا مجبورِ شب "تار" انسان کو خدائی فرمودات کی درخشاں صبحوں سے روشناس کرایا۔ ورنہ انسان کی حیثیت "حیوانِ ناطق" سے زیادہ نہ تھی۔ اگرچہ باطل پرست ابتدا سے آفرینش سے اسلام پر عداوت و عناد اور بغض و غیبت کے زہریلے تیر برساتے آئے ہیں۔ اور طنز و تشنیع کے ساتھ ساتھ اسے ختم کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مگر خدا کا دین ان کی چھچھوری حرکتوں سے ختم ہونے والا نہ تھا۔ اس کی نشو و نما ہوتی تھی۔ اسے دُنیا کے ظلمت کدوں پر چھانا تھا۔ اگر انسان عقلِ سلیم کے ذریعے اور آنکھوں سے عصبیت کی پٹی اتار کر اخلاق و متانت کی حدود میں رہتے ہوئے ذرا بھی اسلام کے قوانین پر غور کرے تو بلا مبالغہ اس کے فضائل و محاسن اس پر واضح ہو جائیں گے۔ اور وہ جان لے گا۔ کہ اسلام شرفِ انسانیت کے لئے علم و تقویٰ، مجاہدہ اور تزکیۂ نفس کا کیسا شفاف ترین نظریہ پیش کرتا ہے۔ انسانی ہمدردی باہمی محبت و یگانگت پیدا کر کے زندگی کی گونا گوں الجھنوں اور ناگواریوں کو ختم کر دیتا ہے۔ مجھے سیّد الانبیاء کھانے پینے کے آداب کے متعلق کیسے بیش قیمت ارشادات فرماتے ہیں۔ جنہیں ہم اسلامی لوازمات کی طرح اور اسلامی سوسائٹی کے اصل مغز سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہی ہمارا کلچر ہے۔

فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کہہ کر کھانے کی ابتدا کرو۔ ہر لقمے پر بسم اللہ پڑھو۔ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ لقمہ چھوٹا اور چبا کر کھاؤ۔ کھانے میں کسی قسم کا عیب نہ نکالو۔ شفیع المذنبین نے کبھی کسی بدذائقہ کھانے کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کھانا رکابی کے سامنے والے کنارے سے کھایا جائے۔ گرم کھانا پھونکیں مار مار کر ٹھنڈا نہ کرو۔ بلکہ اس کو ٹھنڈا ہونے دیا جائے۔ اگر صرف روٹی ہو اور سالن نہ ہو تو خدا کا شکر کر کے سوکھی روٹی ہی کھا لی جائے۔ دیکھئے دنیا کی جاہ و حشمت اور رسم و رواج سے بے پروائی اور قناعت فطرت آدم میں کس طرح سے داخل کی جاتی ہے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر چار چپاتیوں کی بھوک ہو تو پونے چار چپاتیاں کھا کر کھانے سے ہاتھ کھینچ لے۔ روٹی کے ٹکڑے جو کھاتے وقت گر پڑیں تو انہیں چن لیا جائے۔ روٹی کے یہ بھورے حوروں کا مہر بنیں گے۔ اگر دو یا اس سے زیادہ اشخاص شریکِ طعام ہوں تو پہلے اس شخص کو کھانا شروع کرنے دیا جائے۔ جو تم میں بزرگ ہو اور علم و تقویٰ میں فوقیت رکھتا ہو۔ کھانا کھاتے وقت نگاہ نیچی رکھی جائے اور فضول باتوں سے احتراز کیا جائے۔ اگر مسئلے مسائل کا تذکرہ ہو تو اچھا ہے۔ کھانے میں ایسی حرکات نہ کرے۔ جس سے دوسروں کو قباحت ہو۔ آدھا لقمہ منہ میں سے نکال کر پھر لگاون میں ڈالنا منع ہے۔ گلاس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر تین سانس لے کر ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ پانی پیئے۔ ہر دفعہ بسم اللہ پڑھے اور ہر سانس پر الحمد للہ کہے۔ پانی میں سانس اور ڈکار نہ لیا جائے۔ پانی بیٹھ کر پینا

حضرت مولانا احمد علی صاحب کے ارشادات

ماخوذ از درس قرآن مجید۔ ۲۵ جون تا ۲ جولائی ۱۹۵۶ء — مرتبہ عبد الرحمٰن شاد

- جن علماء نے قرآن کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جنت کی ہوا بھی نہ سونگھنے پائیں گے۔
- مجموعہ ہدایت قرآن ہے۔
- ہادی کی آواز پر اگر آپ لبیک نہیں کہہ سکتے تو خدارا اسے تنگ مت کرو۔
- یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو جو اذیت پہنچاتا ہے۔ خدا اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔
- ہادی اتمام حجت کے لئے آتے رہیں گے۔ تاکہ قیامت کے روز بدلوگ یہ کہہ سکیں کہ اے خداوند تعالیٰ آپ نے کب ہمیں راہِ راست دکھایا تھا کہ ہم تیرے حکم کی تعمیل کرتے۔
- خداوند کریم دل کے حال کو جانتا ہے۔ ظاہری صورتوں پر نظر نہیں ڈالتا۔
- رنڈیوں۔ شراب خانوں اور سینما خانوں سے ہم عشق کرتے ہیں۔ لیکن خدا اور اس کے دین سے نفرت۔ خدارا اپنی بھلائی اور بہتری کے لئے آنکھیں کھولو۔
- کامل مومن وہ ہے جس کا تعلق خالق اور مخلوق سے ہے۔ خالق کو راضی کرنا آسان ہے لیکن مخلوق کو بہت ہی مشکل مخلوق کو خوش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کا حق ادا کر دے اور اپنا حق طلب نہ کرے۔
- صلہ رحمی یہ نہیں کہ جوڑنے والے سے جوڑے بلکہ توڑنے والے سے جوڑے۔
- صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ "مرنے سے پہلے ہی مر جاؤ"
- بیماری انسان کے لئے تنبیہ ہے۔
- خدا کے قانون کی مخالفت کرنے والا غدّار ہے۔
- حرام کی کمائی تو ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرو۔
- ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تیرے دروازے پر جا رہا ہوں۔ وہاں پر تیرا جو حکم تیرا بندہ بتائے گا دل سے ان کو عمل کروں گا۔
- ایمان کی منڈیاں مسجدیں ہیں۔
- بد کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے اور نیک کبھی رسوا نہیں ہو سکتے۔
- نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کی غذا گندی اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہو گی جس طرح لاہور کی گندی سبزی پسند نہیں کی جاتی۔ اسی طرح اس سے بھی لوگ نفرت کریں گے۔
- جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا۔ وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔
- قرآن کے فرمان کا اتباع کرنے والے دانشمند۔ مآل اندیش اور مخالفین پاگل ہیں۔
- انسان اور جن صرف خدا کی عبادت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

چاہیئے - اس کے بعد یہ دعا پڑھے -

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا
فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ
مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا -

دوستوں کو کھانا کھلانا مستحسن ہے مہمان جانے لگے تو میزبان کو چاہیئے کہ اسے گھر کے دروازے تک پہنچا آوے - مہمان کے ساتھ محبت سے پیش آوے -

ذرا ان جملہ ارشادات نبوی پر غور کرو - اور تہذیب نو کے گرویدہ انگریز منش کے آداب طعام کا موازنہ کرکے دیکھو تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا - نبی کریم صلعم کے اس ارشاد کو لیجیئے کہ کھانے میں فضول باتیں نہ کرو" - مگر شہر کے کسی ہوٹل یا رسیٹورانٹ میں چلے جایئے - زمانہ بھر کے بکواس اور لغویات سے بیاروں دیواری گونج اٹھتی ہے سنجیدگی نام کو نہیں ہوتی - تضحیک و مذاق کے بغیر کھانے میں لطف ہی پیدا نہیں ہوتا -

مگر عالم اسباب میں ایک داعی حق کے لیے اقامت دین کی جدوجہد میں سنت مطہرہ کی روشنی ہی زمانہ کی تاریکیوں میں معاون و ممد ہو سکتی ہے دنیا قدامت پرست یا تنگ نظر کی پھبتیاں چست کرتی ہے تو کرے - مگر دین کا سپاہی بے خوف و خطر خدا کی راہ میں ان صعوبتوں کو برداشت کرتا ہوا منزل جاوداں کی جانب گامزن رہے -

سب سے زیادہ افسوس تو اس پر ہے کہ امت مسلمہ میں بھی بعض افراد ایسے ہیں جنہیں ارشادات نبویہ میں منقصت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا عرفان و آگہی دانش و حکمت کے نقیب جو کل دہریت تشکیک و تذبذب اور الحاد و اشتراکیت کی گود میں چھپے ہوئے ہیں - کسی صاحب علم و حکمت کی چشم حقیقت بین ہی ان کو اس گرد سے نکال سکتی ہے - ہمیں تنقید تو کرنی آتی ہے مگر تقلید کا جامہ پہننا نہیں آتا - ہماری آنکھوں اور دل و دماغ پر جدت پرستی کے پردے پڑے ہوئے ہیں - بزرگوں کے ارشادات اور پند و نصائح کو ہم قابل اعتنا نہیں سمجھتے - بلکہ الٹا ہم الٹے الزامات اور تہمتیں لگاتے ہیں - سنت مطہرہ کی پیروی اخلاقی انتشار کو ختم کر دیتی ہے - یہ ہمیں ایک معقول قانون معاشرت اور منصف سماج عطا کرتی ہے - سماجی انتشار یا عدم توازن کا بہترین حل ہے - انسانی احساسات اور قوائے عقل اس کی افادیت سے انکار نہیں کر سکتے -

مقام خلت

از ماسٹر لال الدین صاحب آخگر بی - اے - بی - ٹی

گر بزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

تعلق باللہ کے مدارج بے شمار ہیں - اس کی ابتدا فطرت سلیمہ کی صلاحیتوں سے پوچھیئے - ہاں اس کی انتہا یہ ہے کہ انسان اپنی ہر مادی ملکیت کو اور اپنے جسم کی ہر قوت کو شاہد حقیقی کی راہ میں وقف کر دے - اور بالآخر اس کی مقدس قربان گاہ پر پہنچ کر عقیدت سے جھومتا ہوا اپنی متاع جان بھی اس کے قدموں پر نچھاور کر دے - یہ میدان تسلیم و رضا کا مسئلہ ہے - اس میں عقل ہرزہ کار کو کوئی دخل نہیں -

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

دل کے فیصلے حکیمانہ موشگافیوں سے بے نیاز ہوتے ہیں - لہٰذا وہ عقلی نظریات سے نہیں پرکھے جاتے

ایں کار نہ سکے نیست ـ ناداں [illegible]
یک بندہ در باست صد من ساعت

یہ واردات کی دنیا ہے - یہ مشاہدات کی جنت ہے ہاں - ہاں - وجدانی کیفیات کو ہوش و خرد سے کیا سروکار!

حکیم الامت کا ارشاد ہے ؎

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

یہ حقیقت ہے - کہ بوعلی سینا کو جن چیزوں کی خبر تھی - ابوسعید ابوالخیرؒ کی اُن پر نظر تھی -

ہمارے موضوع سے آج وہ جذبات و تعلقات کلیتہً خارج ہیں - جن کا تعلق انسانوں کی باہمی محبت سے ہے - یہاں فقط اُن قدسی الاصل جذبات کا تذکرہ ہوگا - جن کا تعلق خدا تعالےٰ اور اس کے بندوں سے ہے - اور پھر خصوصیت سے اس فرد اکبر کی داستان حیات پر مختصر تبصرہ کیا جائے گا - جس کو پروردگار عالم نے نہایت کریمانہ انداز میں فرمایا اسلم تو اس نے شوق عبودیت میں سرشار ہو کر کہا اسلمت لرب العالمین - یہ کسی نورانی تعلق کی ابتدا تھی - جس کی انتہا کا ظہور فلما اسلما وتلہ للجبین (پس جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا - اور باپ نے اپنے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا) پر ہوا - یہ در اصل عبدیت کا لباس ہیں کہ منزل خلت کی طرف قدم بڑھاتے جا رہے تھے - اس راہ کے درمیانی مراحل بڑے حوصلہ شکن تھے - مگر بفضل ایزد تعالےٰ یکے بعد دیگرے آسان ہوتے گئے - کیونکہ پیغمبر خدا کی دستگیری ابد منتقل پہ ہی ہوتی ہے - اور پھر ان کے احوال بھی ہم سے مختلف ہوتے ہیں -

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے

مخلوقات میں انسان کی شرافت ایک مسلم حقیقت ہے - اور اسی طرح تمام ادیان سابقہ و حاضرہ میں انبیاء کرام کی ملکوتی صفات باقی انسانوں کی صفات سے ارفع و اعلیٰ مانی جاتی ہیں - پھر انبیاء کرام کے سرتاج محمد مصطفےٰ صلعم کے دوسرے درجے پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا منصب رفیع تسلیم کیا جاتا ہے لہٰذا آج کی فرصت میں جد انبیاء خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا ذکر جمیل و جلیل ہوگا - جن کی داستان حیات کا ہر لمحہ ہزاروں لذتوں کا حامل ہے ؎

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

نمرود کی خدائی شیطان رجیم کی دفتی تسخ تھی وہ سر جو بے نیاز خالق کون و مکان کے سامنے جھکنے کے لئے بلند کئے گئے تھے - آج نمرود کے سامنے جھک رہے تھے - خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا پیغام دینے والا کوئی نہ تھا - کالڈیا کے بازاروں میں اور گذرگاہوں پر نمرود کے بت نصب تھے - اور رات دن اُن کی پرستش ہوتی تھی - آذر جس کے گھر میں نور توحید چمکنے والا تھا شاہی بت خانے کا انچارج اور خود بھی پرلے درجے کا بت پرست بت تراش اور بت فروش تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اپنے بچے ابراہیمؑ کی پرورش ایک غار میں کر رہی تھیں - پندرہ دن گذرنے پر بچے کا قد و قامت بفضل رب العزۃ پندرہ سالہ لڑکے کے برابر تھا - اور الہی بندہ نوازیوں اور خسروانی عطیات کا ذکر وہ اپنی زندگی کے مختلف لمحات میں ان الفاظ میں کیا کرتے تھے -

الذی خلقنی فھو یھدین - والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین الخ - الشعراء - رکوع ۵ - پارہ ۱۹

(وہ خدا جس نے مجھ کو پیدا کیا - پھر مجھ کو ہدایت دیتا ہے وہی تو ہے کہ مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے - اور جب میں بیمار پڑتا ہوں - تو میری عیادت

(باقی صد ۱۴)

دنیا کیا ہے؟

بتضمین بیت مثنوی معنوی از مولانا شفق رضوی

ہوشیار اے سالکِ نار المحن! سینکڑوں اس راہ میں ہیں رہزن
چال اچھی، نیک رکھ اپنا چلن اصل شے ہے یادِ ربِّ ذوالمنن

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ہے یہ ارشادِ رسولِ ذوالمنن! کشت زارِ آخرت ہے یہ چمن
گو ہے خارستانِ آلام و محن یاد رکھ دامن بچا کر یہ سخن

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

کون کہتا ہے کہ تو دنیا کو چھوڑ ہے جو بندہ بندگی سے منہ نہ موڑ
دین سے دنیا کے تو رشتہ کو جوڑ سلسلے تو نظمِ فطرت کے نہ توڑ

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

عقل کہتی ہے یہ ہر ہوشیار سے ڈر ہوائے نفس کے آزار سے
دین کہتا ہے یہ دنیا دار سے چونک خوابِ نخوت و پندار سے

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

آخرت کا ہے اگر دل میں خیال ہو نہیں سکتی تجھے دنیا وبال
عز و جاہ و حشمت و مال و منال سب ہیں کارآمد جو ہو فکرِ مآل

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

آ کے دنیا میں کوئی ایسا نہیں واسطہ دنیا سے جو رکھتا نہیں
دین کا بھی کام یوں چلتا نہیں بات اتنی سی ہے تو سمجھا نہیں

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

تم کہو گے جب سے دنیا بے ثبات کیوں ہوئی پیدا یہ ساری کائنات
سو کی ہے مردِ خدا یہ ایک بات ایک کے بس ہو رہو تم تا حیات

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اک ولی سے اہلِ دنیا نے کہا! آپ کو دنیا سے ہے یہ واسطہ
مسکرا کر یہ جواب اس نے دیا! یہ مقولہ کیا نہیں تم نے سنا

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اِک ولی نے اہلِ دنیا سے کہا! واسطہ دنیا سے رکھنا ہے بجا
دل سے لیکن چاہیئے یادِ خدا غافلو تم کو نہیں معلوم کیا

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اہلِ دنیا کا شفق ہے یہ انتظام! ہے نظامِ عالمِ ہستی کا نام
فلسفۂ دنیا کا سن لیں خاص و عام پڑھ کے مولانائے رومی کا کلام
چیست دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن!

در رسالہ حکیم محمد یوسف چغتائی

از میاں عبدالرحمن لدھیانوی

آیات اللہ

وَفِی کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ آیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اے انفس و آفاق میں پیدا ترے آیات　　حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پائندہ تیری ذات
میں کیسے سمجھتا کہ تو ہے یا کہ نہیں ہے　　ہر دم متغیر تھے خرد کے نظریات

وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُنْکِرُوْنَ ۝ پ۲۴ ع ۱۴

(ترجمہ:- اور دکھلاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پھر کون کون سی نشانیوں کو اپنے رب کی نہ مانو گے)

توحید باری تعالیٰ خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش ہو۔ انسانی فطرت خدا کے وجود پر گواہ ہے۔ علویات و سفلیات کا عجیب مرتب نظام شہادت دیتا ہے۔ کہ اس مشین کے پرزوں کے وجود کے سانچہ میں ڈھالنے والا، پھر انہیں جوڑ کر نہایت محکم و منتظم طریقہ سے چلانے والا بڑا زبردست ہاتھ ہونا چاہئے جو کامل حکمت و اختیار سے عالم کی مشین کو قابو کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتراف سے چارہ نہیں کہ بڑا خدا ہی ہے جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرّات پیدا کئے وہی ہو سکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں سے اونچے مقام پر براجمان ہو۔ انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک علیم و حکیم، قادر و توانا اور جامع الکمالات خدا کا سراغ پا لیا۔ پھر اوہام و ظنون کی دلدل میں پھنسکر اس سادہ فطری عقیدہ کو کھلونا یا داستان کیوں بنایا جاتا ہے۔ وجدان شہادت دیتا ہے۔ ایک قادر مطلق اور عالم الکل خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا ستارۂ فلکی اور کسی مخلوق کو اُلوہیت میں شریک کرنا فطرت صحیحہ کی آواز کو دبانے یا بگاڑنے کے مرادف ہے۔ کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں معاذ اللہ کچھ کمی محسوس ہوئی جس کی مخلوق خدائی کی جمعیت سے تلافی کرنا چاہتے ہو۔

مقصد تخلیق اس سارے نظام کی تخلیق و ترتیب سے مقصود لوگوں کو دنیا میں بسانا اور امتحان کرنا ہے۔ کہ کہاں تک اس عجیب و غریب نظام اور سلسلۂ مصنوعات میں غور کر کے خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتے اور مخلوق ارضی و سماوی سے منتفع ہو کر محسن شناسی اور سپاس گزاری کا فطری فرض بجا لاتے ہو۔ یہ مقام تمہاری سخت آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ تم میں سے کونسا غلام صدق و اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔ جب یہ دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور ہے کہ اس کے بعد مجازات یعنی انعام و انتقام کا سلسلہ ہوتا۔ شاکرین و کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے قیامت کا ہونا برحق ہے۔

دن اور رات کا انقلاب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کیسے کیسے کھلے نشانات دکھلائے پر لوگوں نے ذرا بھی غور نہ کیا۔ ایک رات دن کے روزانہ ادل بدل ہی میں غور کر لیتے تو اللہ کی توحید، پیغمبروں کی ضرورت اور بعث بعد الموت کے سب مسائل سمجھ سکتے تھے آخر وہ کونسی ہستی ہے جو ایسے محکم و مضبوط انتظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتا ہے اور جس نے ہماری ظاہری بصارت کے لئے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا کیا۔ کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لئے اوہام و اہوا کی تاریکیوں میں معرفت و ہدایت کی روشنی نہ بھیجتا۔ پھر رات کیا ہے نیند کا وقت ہے۔ جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد دن آیا پھر آنکھیں کھول کر ادھر ادھر پھرنے لگیں۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ ہم پر موت طاری کر دے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھالے تو اس میں کیا استحالہ؟ غرض یقین کرنے والوں کیلئے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے۔

چاند، سورج، آسمان و زمین کا عظیم الشان نظم و نسق سوچنے والوں کو اسی خدائے وحد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ان تکوینی نشانوں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اگر ہوا کو ٹھیرا رکھے اور چلنے نہ دے تو تمام بادبانی جہاز دریا

جہازوں کا چلانا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں۔ غرض پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔ دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے بہت ضرورت ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہے تا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے۔

قبض و بسط رزق روزی کا بڑھانا اور گھٹانا سب اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بہ قضا رہنا چاہئے اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرمائے گا۔

ہواؤں کا چلانا ایک نشانی یہ بھی ہے کہ خدا ہوائیں چلاتا ہے جو باران رحمت کی خوشخبری لاتی ہیں پھر اپنی مہربانی سے مینہ برساتا ہے۔

بادبانی جہاز اور کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں اور دخانی سٹیمروں کی رفتار میں بھی باد موافق مدد دیتی ہے جہازوں کے ذریعہ سے تجارتی مال سمندر پار منتقل کر سکو۔ اور اللہ کے فضل سے خوب نفع کماؤ پھر ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔

نباتات کا اگانا اللہ تعالیٰ نے زمین پر آسمان سے پانی اتارا۔ جس سے مردہ زمین زندہ ہو گئی۔ خشک زمین کو آسمانی بارش سے سرسبز کر دیا۔ گویا خشک ہونا زمین کی موت اور سرسبز و شاداب ہونا حیات ہے۔

مختلف کیفیات زمین زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر ہے کہیں پہاڑ کھڑے ہیں کہیں دریا رواں ہیں۔ جو میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اُن میں بھی شکل، صورت، رنگ، مزہ، چھوٹے بڑے، کم و زیادہ کا اختلاف ہے۔ کبھی زمین دن کے اُجالے سے روشن ہو جاتی ہے، کبھی رات کی سیاہ نقاب منہ پر ڈال لیتی ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ چند قطعات زمین جو ایک دوسرے سے متصل ہیں ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ ایک سورج کی شعاعیں سب کو پہنچتی ہیں۔ ایک ہی ہوا سب پر چلتی ہے۔ اس کے باوجود اس قدر مختلف پھول پھل لاتے ہیں۔ اور باہم پیداوار کی کمی، زیادتی کا اتنا فرق ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے غور و فکر کرنے والے اِن نشانات کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ایک ہی ابر رحمت کی آبیاری یا ایک ہی آفتاب ہدایت کی موجودگی میں انسانوں کے مادی و روحانی احوال کا اختلاف بھی کچھ بعید اور اوپرا نہیں۔

حیوانات سے دودھ پیدا کرنا

قدرت نے حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کر کے فضلہ کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے۔ اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات و بقا کا سبب بنتا ہے اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزا گوبر اور بعض خون بن گئے۔ ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز دودھ تیار کرتی ہے جو نہایت پاک، طیب اور خوشگوار چیز ہے۔ اسی طرح شہد کی مکھی کے پیٹ سے شہد نکالا جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ جو کہ بیماریوں کے دور کرنے میں اکسیر ہے۔

گذرگاہیں بنانا

وادیوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے بیچ میں سے زمین پر راہیں نکال دیں جن پر چل کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکتے ہو۔ نیز پانی کے ذریعہ طرح طرح کی سبزیاں۔ غلے اور پھول پھل پیدا کر دئے۔ عمدہ غذائیں تم کھاتے ہو۔ جو چیز تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے مویشیوں کو کھلاتے ہو۔ جن کی محنت سے ساری پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ آخر میں دہریوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے فرمایا۔ کہ اس کی تدبیریں اور قدرتیں دیکھو۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لوگے کہ یہ مضبوط و محکم انتظامات یوں ہی بخت و اتفاق سے قائم نہیں ہو سکتے۔ گویا ان آیات میں وجود باری اور توحید کی طرف توجہ دلائی۔

انسان کی شکل و صورت رنگ اور زبان میں اختلاف

سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے۔ ملا کر بسا دئے۔ پھر تمام روئے زمین پر اُن کو پھیلا دیا۔ سب کی جُدا جُدا بولیاں کر دیں۔ ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں جا کر زبان کے اعتبار سے محض اجنبی ہو گیا۔ پھر دیکھو کہ شروع دنیا سے آج تک کتنے بے شمار آدمی پیدا ہوئے۔ مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب و لہجہ، تلفظ، طرز تکلم بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل و صورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے۔ آواز اور لب و لہجہ بھی بالکل الگ ہے۔ کوئی دو شخص ایسے نہ ملیں گے جن کی آواز اور رنگ روپ میں کوئی مابہ الامتیاز نہ ہو۔ ابتدائے عالم سے آج تک برابر نئی نئی صورتیں اور بولنے کے نئے نئے طور نکلتے چلے آتے ہیں اس خزانہ میں کبھی ٹوٹا نہیں۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ

پ ۱۶ ع ۱۷

کفار کا مطالبہ آیات

:- اور لوگ کہتے ہیں یہ کیوں نہیں لے آتا۔ ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب سے کیا پہنچ نہیں چکی ان کو نشانی اگلی کتابوں میں کی؟ کافر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر کہتے کہ آپ کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں دکھلاتے جس کے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ورنہ اس روز روز کی تہدید و تخویف سے کیا فائدہ؟

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں "اگلی کتابوں میں رسول آخر الزمان کی خبر ہے یا یہ کہ پہلے پیغمبروں کی نشانی کافی ہے۔ کیا سینکڑوں اور نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان قرآن اُن کے پاس نہیں آچکا جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور ان کی صداقت کے لئے بطور حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا اعجاز آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

منکرین کی ضد

جس طرح آیات تنزیلیہ سُن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے ایسے ہی آیاتِ تکوینیہ دیکھ کر خدا کی توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے۔ اصل یہ ہے کہ اُن کا سُننا اور دیکھنا محض سرسری ہے۔ آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ فائدہ پہنچتا۔ جب دھیان نہیں تو ایمان کہاں سے ہو۔

آپ کیسی ہی نصیحتیں ان کو سنائیے یہ تو چوپائے ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ انہیں سُننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ؟ چوپائے تو بہرحال اپنے پرورش کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں اپنے محسن کو پہچانتے ہیں۔ نافع و مضار کی کچھ شناخت رکھتے ہیں۔ کھلا چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ان بدبختوں کا حال یہ ہے کہ نہ اپنے خالق اور رازق کا حق پہچانا نہ اس کے احسانات کو سمجھا نہ بھلے بُرے کی تمیز کی۔ نہ دوست دشمن میں فرق کیا نہ غذائے روحانی اور چشمہ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے اور جو قوتیں خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو معطّل کر کے رکھا۔ بلکہ بے موقعہ صرف کیا۔ اگر ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیتے تو اس کارخانہ قدرت میں بے شمار نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں۔

آسمان کے اس قدر وسیع، اونچا اور بے ستون پیدا کرنے میں اور زمین کے اتنی وسیع اور مضبوط پیدا کرنے، اور اس کے پانی پر پھیلانے میں رات اور دن کے بدلتے رہنے اور اُن کے گھٹنے اور بڑھنے میں، اور کشتیوں کے دریا میں چلنے اور آسمان سے پانی برسانے اور اس سے زمین کو سرسبز و تازہ کرنے میں اور جملہ حیوانات میں اس سے توالد و تناسل نشو و نما ہونے میں، اور جہات مختلفہ سے ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں معلق کرنے میں دلائل عظیمہ اور کثیرہ ہیں۔ حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت اور حکمت و رحمت پر عقلمندوں کے لئے یہ مکذبین اگر ایک پیش پا افتادہ زمین ہی کے احوال میں غور کرتے تو مبداء و معاد کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔

آیات تکوینیہ سے سبق حاصل نہ کرنا

کیا دیکھتے نہیں کہ اسی کرکری اور حقیر مٹی سے کیسے عجیب و غریب رنگ برنگ کے پھول، پھل اور قسم قسم کے غلے اور میوے ایک مضبوط نظام تکوین کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ کسی لامحدود قدرت و حکمت رکھنے والے صانع نے اس پر رونق چمن کی گلکاریاں کی ہیں جس کے قبضہ میں وجود کی باگ ہے اور وہی جب چاہے ویران کر سکتا ہے اور ویرانی کے بعد دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ پھر ان آیاتِ تکوینیہ کو سمجھ کر آیاتِ تنزیلیہ کی تصدیق میں کیا اشکال رہ جاتا ہے۔ ہاں ماننا ہی منظور نہ ہو تو الگ بات ہے

جب انسان دیکھتا ہے کہ ذرہ ذرہ میں نظم قطرہ قطرہ میں اشتراک، ہزاروں اختلافات میں مرکزیت لاکھوں قسمتوں میں جمعیت اور اکثریت میں وحدت اس قدر ہے کہ ایک منتظم اعلیٰ خالق یگانہ اور رب الارباب کی ہستی کو ماننا ضروری ہے۔ تو اسے دوسری مخلوقات کی طرح اللہ کی اطاعت گذاری کے لئے سر نیاز جھکانا چاہئے اور ہمہ تن اور ہمہ وقت اسی کا ہو کر رہنا چاہئے۔ استفادۂ کائنات کا دراصل مقصد یہی ہے۔ اور نشانہائے قدرت پر صحیح نظر رکھنے والے اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی صفتوں میں غور و فکر کر کے انسانی فطرت میں اثر انداز ہونے والی چیزوں سے فائدہ اٹھانا اللہ کی منشاء کے عین مطابق ہے بلکہ اللہ چاہتا ہے کہ انسان کائنات میں غور و تدبّر سے کام لیں۔ تاکہ اس کی قدرت کے عجیب عجیب راز اس پر منکشف ہو جائیں۔ اور اس طرح انہیں معرفت حق حاصل ہو وہ جبروت و جلال اور عظمت و جمال الٰہی کی ہیبت و خشیت اپنے دلوں میں محسوس کریں۔ اس کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں۔ اور انجام کار فلاح و نجات حاصل کریں۔ اس کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں اور انجام کار فلاح و نجات حاصل کریں۔

آدمی ماننا چاہے تو اسی آسمان و زمین کی پیدائش اور اُن کے محکم نظام میں غور کر کے مان سکتا ہے کہ ضرور ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے۔ جس نے کمال حکمت و خوبی سے ان کو بنایا اور لامحدود قدرت سے ان کی حفاظت کی۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ پ ۲۶ ع ۱۸

(اور زمین میں یقین لانیوالوں کے واسطے نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر سو کیا تمکو سوجھتا نہیں)

آفاقی و انفسی آیات :-

شب بیداری ۔ استغفار اور محتاجوں پر خرچ کرنا اس یقین کی بنا پر ہونا چاہئیے کہ خدا موجود ہے اور اس کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی اور یہ وہ یقین ہے جو آفاقی و انفسی آیات میں غور کرنے سے بسہولت حاصل ہو سکتا ہے ۔ انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور و فکر کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک و بد کی جزا کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہے گی جلد یا بدیر قدرت کے بہت سے خارجی نشانات بیان فرما کر انسان کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ خود اپنے اندرونی حالات پر غور کرے وہ کچھ نہ تھا ۔ خدا نے وجود بخشا پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی ۔ یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی بالکل نکما ہو گیا نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم و قدرت اسی مالک کے خزانہ میں ہے ۔ جب اور جس قدر چاہے اور جب چاہے واپس کرلے آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضۂ قدرت میں ہے ہوائیں چلانا ۔ مینہ برسانا ۔ قسم قسم کے پھول پھل پیدا کرنا ۔ ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اُگانا ۔ یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں ۔

جب خدا اپنی رحمت و شفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے چاند سورج سے روشن کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز و شاداب کرنے اور انسان و حیوانات کی زندگی کا سامان مہیا کرنے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل و ظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لئے کوئی چاند اور سورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے بارانِ رحمت نازل نہ فرمائے ۔ بلاشبہ اس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منوّر سینوں سے دُنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں ۔

انسان خود اپنی بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے تو درجۂ عرفان و ایقان تک پہنچانیوالی ہزارہا نشانیاں اس کو ملیں گی ۔ پانی جو روزی کا مادہ ہے آسمان کی طرف سے اتارا ۔ انسان ذرا بھی سمجھ سے کام لے تو معلوم ہو جائے کہ یہ امور بجز اس زبردست قادر و حکیم کے اور کسی کے بس میں نہیں ۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسرا کون ہے ۔ اور اس کی باتیں چھوڑ کر کس کی بات سننے کے قابل ہے جب اس بڑے مالک کی ایسی سچی اور صاف باتیں بھی کوئی بدبخت قبول نہ کرے تو آخر کس چیز کا منتظر ہے ۔ جسے قبول کرے گا ۔ ضد اور غرور کی وجہ سے اللہ کی بات نہیں سنتا ۔ اس کی شیخی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی جہالت سے ہٹے ۔ حق کو س کر اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا سنا ہی نہیں ۔ جس طرح وہ آیات اللہ کے ساتھ اہانت و استخفاف کا معاملہ کرتا ہے ۔ سزا بھی سخت اہانت و ذلت کی ملے گی مال و دولت کوئی چیز اس وقت کام نہ آئے گی ۔

آیات تکوینیہ و تنزیلیہ تو اس قدر واضح ہیں کہ انھیں دیکھ کر اور سن کر چاہیئے کہ کوئی آدمی نہ بہکے ۔ لیکن سیدھی راہ پر وہی چلتا ہے ۔ جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو ۔

انسان کو چاہیئے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر بصیرت و عبرت حاصل کرے اور اس شاہنشاہ حقیقی کی طرف سچے دل سے رجوع ہو ۔ جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات و تقلبات کی باگ ڈور ہے ۔

باسمہ سبحانہٗ

وظائف و لطائف

(۲)

بیت الخلاء (پاخانہ) میں جانے اور نکلنے کی مختصر دعائیں

● اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ

ترجمہ : ۔ اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ۔ جنوں کے شیطان مرد اور جنوں کی ناپاک عورتوں سے

★ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے اللّٰھم انی اعوذبک آخر تک (بخاری و مسلم)

● اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ

ترجمہ : ۔ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جننیوں سے

★ حضرت زید بن ارقم رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ تحقیق پاخانے شیطانوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہیں تم میں سے جب کوئی پاخانہ جانے لگے تو ضرور کہے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث (ابوداؤد ۔ ابن ماجہ ۱۲ مشکوٰۃ)

● بِسْمِ اللّٰہِ شروع اللہ کے نام سے

★ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جنوں کی آنکھوں اور شرمگاہ بنی آدمؑ کے درمیان یہ پردہ ہے کہ تم میں سے جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہونے لگے تو کہے بسم اللہ (ترمذی ۱۲ مشکوٰۃ ۔ باب آداب الخلاء)

● غُفْرَانَکَ اَللّٰھُمَّ ۔ (ترجمہ : ۔ اے اللہ آپ کی بخشش چاہتا ہوں)

★ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت پاخانہ سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے غفرانک (ترمذی ابن ماجہ ۔ دارمی ۱۲ مشکوٰۃ ۔ باب آداب الخلاء)

● اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

(ترجمہ : ۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے مجھ سے ایذا کو دور کیا اور مجھے صحت بخشی ۔

★ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے ۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے الحمد للّٰہ الذی آخر تک (ابن ماجہ ۱۲ مشکوٰۃ)

مسجد میں داخل ہونیکی دعا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔

ترجمہ : ۔ پناہ پکڑتا ہوں اللہ بڑے عزت والے کی اور اس کے منہ عزت والے کی ۔ اور اس کی قدیم حکومت کی ۔ شیطان مردود سے ۔

★ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے ۔ اعوذ باللہ العظیم آخر تک (ابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ شریف)

● بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

(ترجمہ : ۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ داخل ہوتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو ۔ اے میرے پروردگار میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے واسطے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے ۔

★ حضرت فاطمہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام آخر تک

(ترمذی ۔ ابن ماجہ و احمد ۱۲ مشکوٰۃ)

فائدہ : ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذکورہ دعا پڑھنے والے کو شیطان کہتا ہے کہ تو محفوظ رہا مجھ سے تمام دن ۔

(ابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ باب المساجد)

● (باقی صفحہ ۱۴ پر)

ذبحِ اسمٰعیلؑ بھی تبلیغِ ابراہیمؑ کا ایک حصہ ہے

(ابوالمکارم فضل احمد پرویز الحکیم بی۔ اے)

حضرت ابراہیمؑ جب مبعوث برسالت ہوئے تو ماحول اور معاشرہ کی نس نس میں شرک وکفر رچ چکا تھا۔ اور موحدوں کے لئے اطمینان کا سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔ بعض لوگ تو سرے سے وجودِ باری تعالیٰ کے قائل ہی نہ تھے۔ باقی اکثر نظام کائنات کو سنبھالنے کے لئے عظیم طاقت کے وجود کے قائل تھے مگر ساتھ ہی ساتھ بتوں اور ستاروں کو بھی خدا کا شریک ٹھہراتے تھے۔ بابل کی سرزمین جہاں علم نجوم (ASTROLOGY) اور اس جیسے دوسرے فلکیاتی علوم نے پرورش اور ترقی پائی ہے کوکب پرستی کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ صابئین کا فرقہ نجوم سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اور انہوں نے کلدانیوں سے یہ علم سیکھا تھا۔ صابی لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے۔ مگر ستاروں کو بھی اپنی زندگیوں، حالات اور قسمت پر متصرف مانتے ہوئے خدا کے شریک گردانتے تھے۔ ستاروں کی پوجا کے ساتھ ساتھ بت پرستی بھی پورے عروج پر تھی۔ توحید کے خد و خال شرک کے طوفان کے گرد وغبار میں چھپ گئے تھے ان کو اجاگر کرنے کے لئے پیغمبر خدا حضرت خلیل اللہ کو کافی جد وجہد کرنے کی ضرورت تھی۔ لہذا آپ کو حجج کاملہ کے ساتھ مکمل طور پر مسلح کر دیا گیا۔ (وتلک حجتنا اٰتینٰہا ابراہیم علیٰ قومہ)

حضرت ابراہیمؑ نے بھٹکتے ہوئے اور گم گشتہ راہ لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانے اور خدائے واحد کا صحیح تصور ان کے ذہنوں میں جاگزین کرنے کے لئے ایک صحت مند طریقہ تبلیغ اختیار کیا۔ امت زیادہ تر ذی شعور طبقہ (Intelligentsia) پر مشتمل تھی۔ ان کے لئے نفسیاتی طور پر ذرائع تبلیغ استعمال کرنا مفید تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ردِ شرک اور احیاء عقیدۂ توحید کی مہم شروع کی۔ افہام وتفہیم کی غرض سے مشرکین کے ساتھ پورے خلوص کے ساتھ مباحثے اور مجادلے کئے گئے۔ ان سے بت پرستی اور کوکب پرستی کے جواز کے دلائل دریافت کئے گئے۔ ان کی شرک شعاری کی بنیاد محض روایت پر تھی۔ لہذا انہوں نے تقلید آباء کی (وجدنا اٰباءنا) اور رسم ورواج کا سہارا لیا۔ ابراہیمؑ نے براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے ان کی رگِ حجت کاٹ کر رکھ دی۔ مشرکین کے علم الکلام اور اعتقادات کو بے بنیاد اور باطل مظنونات ثابت کرنے کی خاطر حضرت خلیل اللہ کبھی کبھی ان لوگوں کے انداز فکر کو اپنا لیتے اور اسی سے ان کے مظنونات کا بطلان ثابت کر دیتے۔ چنانچہ چاند ستاروں اور سورج پر تحیّر واستعجاب اور ان کو اپنا رب کہہ دینا اسی غرض سے تھا۔ قرآن حکیم میں اس عظیم حکیم اور صاحب قلب سلیم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

فلمّا جنّ علیہ الّیل را کوکبًا قال ھذا ربّی فلمّا أفل قال لا أحبّ الاٰفلین ○ فلمّا را القمر بازغًا قال ھذا ربی فلما أفل قال لئن لم یھدنی ربّی لاکوننّ من القوم الضّآلین○ فلما را الشمس بازغۃً قال ھذا ربی ھذا اکبر فلما أفلت قال یٰقوم انّی بریءٌ ممّا تشرکون (٦/٧٦–٧٨)

پس جب ابراہیمؑ پر رات چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا۔ اور کہا کہ یہی میرا رب ہے۔ پس جب چھپ گیا۔ کہا کہ میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا پس جب چاند کو دیکھا کہ چمکنے والا ہے۔ بولا یہ بھی میرا رب ہے۔ پس جب چھپ گیا تو کہنے لگا کہ میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔ پس جب سورج کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگا کہ یہ میرا رب ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ پس جب وہ بھی چھپ گیا تو کہا کہ اے میری قوم جن چیزوں کو تم (اللہ تعالیٰ) کا شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

یہ تبلیغ کا موثر اور مثالی انداز تھا۔ اور اس طرح آپ لوگوں پر احقاقِ حق اور ابطال باطل کا فریضہ سر انجام دے رہے تھے۔ یہ طرز عمل نعوذ باللہ حضرت خلیل اللہ کے نقص ایمان کی وجہ سے نہیں جیسا کہ بعض بد باطن خیال کرتے ہیں۔ بلکہ اس طرز استدلال سے لوگوں کو توحید کا نہ بھولنے والا اور مدلل درس دے رہے تھے۔ اور ان کے لئے استقامت اور ازدیاد ایمان کا سامان بہم پہنچا رہے تھے۔

ایک عید کے روز مشرکین جب باہر نکل کر قربانی کرنے جا رہے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے تو آپؑ نے ستاروں کا مشاہدہ فرمایا اور کہا کہ میں بیمار ہوں (فنظر نظرۃً فی النجوم ○ فقال انّی سقیم ٣٧/٨٨–٨٩)

یہ آپ نے اس لئے فرمایا تھا کہ ستاروں کی حرکات وسکنات سے یہی استفادہ ہو رہا تھا اور وہ لوگ ستاروں کی پیش گوئی کے قائل تھے۔ لیکن یہ امر بھی ان کی تکذیب کا موجب ہوا۔ کیونکہ آپؑ ہرگز بیمار نہیں ہوئے بلکہ صحت مند رہے اور تندرستی کی حالت میں معبد سے بتوں کی صحت وصفائی کر دی۔

مشرکین کی عدم موجودگی میں حضرت ابراہیمؑ نے بڑے بت کے علاوہ سب بتوں کو توڑ دیا اور بڑے بت کے کندھے پر ہتھوڑا رکھ دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ اس بڑے بت کی کارستانی ہے۔ پوچھ لو بشرطیکہ وہ بولتے ہوں۔

"بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون" (٢١/٦٣)

اس عمل تبلیغ سے خلیل اللہ یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ یہ بت نہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور اگر کوئی دشمن آ جائے تو خود کو بچا تک نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ دوسروں کی حفاظت کریں

اسی طرح خدا سے مُردوں کے زندہ کرنے کے تجربہ کا مشاہدہ بھی قوم کے لئے تھا۔ آپ اپنی قوم اور اُمت کا قلبی اطمینان کرانا چاہتے تھے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ بالفاظ ذیل ہے

"واذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی" (٢/٢٦٠)

حضرت ابراہیمؑ کے حسن تبلیغ سے لوگ آہستہ آہستہ حق کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور شرک سے نفور ہونے لگے۔ مگر ابھی ایک اہم مسئلہ کا حل باقی تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ ان دنوں لوگ انسانی قربانی کو نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ ضروری قرار دیتے تھے اور اس پر اصرار کرتے تھے۔ اور اس کو موجب نجات شمار کرتے تھے۔ ہر عبادت گاہ کے ساتھ ایک قربانگاہ ہوتی تھی۔ بلکہ اکثر تو قربان گاہ ہی کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے۔ ستارہ پرستی کی بدولت ہر ستارے کے نام پر ایک ایک معبد اور مقتل بنا ہوا تھا جسے وہ ہیکل کا نام دیتے تھے۔ اکثر سال میں دو مرتبہ ان ہیکلوں پر انسانوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ ستارہ زحل (SATURN) کے نام پر جو ہیکل منسوب تھا اس پر قربانی چڑھانے میں لوگ مبالغے سے کام لیتے تھے۔ زحل (SATURN) کو خودکشی اور دوسروں کو قتل کرنے کے حادثات سے بہت نسبت رہی ہے علم نجوم (ASTROLOGY) میں بھی اس سے قریباً ایسے اثرات مرتب کئے گئے ہیں۔ اور فراستالید (PALMISTRY) میں انہی حادثات کا مظہر اسے قرار دیا گیا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ زحل سب سے

زیادہ منحوس سمجھا گیا ہے۔

بت پرستوں کی نفسیات (PSYCHOLOGY) میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ جس چیز سے خوف کھاتے ہیں یا جس سے فائدہ کثیر اٹھاتے ہیں اسے مظہر قدرت بلکہ خدا قرار دیدیتے ہیں۔ چنانچہ زحل کو خدا کی قوت قاہرہ کا مظہر قرار دے کر ہیکل زحل کو سب سے عظیم قربانگاہ بنالیا تھا۔ چنانچہ اس ہیکل پر شد و مد کے ساتھ انسانی خون بہایا جاتا اور اپنے توہمات کو تسکین دی جاتی تھی۔ اس ہیکل کے اندر سنگ مرمر کا لمبا چوڑا تختہ تھا جس پر بدنصیب ذبح ہونے والے انسان کو لٹایا جاتا تھا۔ زحل کے بت کے گلے میں ایک تیز خنجر لٹکا رہتا تھا۔ جو مظلوم کی گردن کاٹنے کے کام آتا تھا۔ زحل کی مورتی کی شکل ہندو دیومالا (HINDU MYTHOLOGY) کی کالی دیوی سے ملتی جلتی تھی۔ انسانی قربانی اس قدر اہمیت اور فضیلت کی حامل تھی کہ عورتیں دوران حمل میں ہی پیدا ہونے والے بچوں کو قربانی کے لئے مختص کر دیتی تھیں جب بچے پیدا ہوتے تو انہیں زحل کا فدیہ اور ہیکل کی امانت سمجھ کر ناز و نعمت سے پالا جاتا۔ ہر شخص انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ان میں سے جو کوئی بارہ سال کا ہو جاتا تھا تو وہ قربانی کے قابل سمجھا جاتا۔ اور اس کو لے جا کر ہیکل زحل میں اُلٹا لٹا دیا جاتا۔ اور پھر اس کو اس خنجر سے ذبح کر دیا جاتا۔ کم عمر قربان ہونے والے لڑکوں کا بھی اس تقریب بد تہذیب میں شامل ہونا ضروری تھا۔ مائیں انہیں بھی ساتھ لاتیں۔ اور مذبوح کے خون کے ٹیکے اپنے بچوں کے ماتھوں پر لگا دیتی تھیں

یہ رسم بد مصر، عراق، شام اور بابل کی سرزمین میں عام تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے زبانی طور پر اس رسم بد کی مذمت کی۔ مگر لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر حضرتؑ عملی طور پر انہیں سمجھانے کے لئے طریقے سوچنے لگے۔ اسی اثنا میں آپ کو نواح مکہ میں حج کا اتفاق ہوا اور متواتر تین راتوں تک خواب میں عزیز ترین چیز کی قربانی کا حکم ہوا۔

تیسرے روز حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو لے جا کر مقام منیٰ جو عہد قدیم سے مقبول قربانگاہ چلی آ رہی تھی، میں لٹایا اور آنکھیں بند کر کے حلقوم پر چھری رکھ دی۔ پٹی کھول کر دیکھا تو اسمٰعیلؑ کی جگہ ایک دُنبے کو ذبح پڑے پایا۔ اسمٰعیل با امن و امان بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ افسردہ ہوئے تو ارشاد قدرت ہوا۔ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم اس طرح احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلا امتحان ہے اور ہم نے اس کو ذبح عظیم کے بدلے چھڑا لیا۔

(قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین ان ھذا لھو البلٰؤ المبین ۔ و فدینا بذبح عظیم پ ۲۳ ع ۷)

اس واقعہ ذبح اسمٰعیلؑ کو کافی شہرت ہوئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ظاہر منتبادل قربانی قبول نہیں کرتا۔ اور انسانی قربانی قانون فطرت میں جائز اور روا نہیں۔ اس کے بعد جانوروں کی قربانی ہمیشہ کے لئے سنت قرار پائی۔ اگر انسانوں کی قربانی جائز ہوتی تو اسمٰعیلؑ سے بڑھ کر اور کون قابل قبول قربانی ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ قبول نہیں ہوئی گویا اللہ تعالیٰ حیوانی قربانی کو پسند فرماتا ہے۔

میری اس توجیہ اور تنقیح کی موثق علامہ علی بن احمد تبریزی کی کتاب حقائق المذاہب ہے جس میں واقعہ ذبح اسمٰعیل کا پس منظر اور مقصد انسانی قربانی کی نفی اور حیوانی قربانی کا اثبات قرار دیا گیا ہے۔ ممکن ہے ذبح اسمٰعیل کے محرک اور مقاصد ہوں مگر ان میں ایک مقصد یہ بھی تھا۔

اس امر میں دنیائے انسانیت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ دونوں باپ بیٹے کی تا قیام قیامت زیر بار احسان ہے۔ کہ انہوں نے انسانوں کے ناحق قتل کو روک کر انسان اور انسانیت کو پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا۔ ورنہ نہ جانے کتنے انسان مذہبی جنون کی نذر ہو کر موت کے گھاٹ اُتر چکے ہوتے۔

حقیقی انسانی قربانی کی صورت ظاہر صورت سے مختلف ہے۔ اس کی جھلکیں ہمیں کربلا میں دکھائی دیتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ صحیح طور پر انسانی قربانی کا طریقہ سکھانے کے لئے "فدیناہ بذبح عظیم" کے الفاظ قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ اس سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے۔ جنہوں نے جب دیکھا کہ دین اسلام آپ کی قربانی کے بغیر نہیں بچ سکتا تو اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنی جان بھی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دی۔ حسین مظلوم نے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کیا۔ مگر ساتھ ساتھ باطل کے پرستاروں کا مقابلہ بھی کیا۔ اور انہیں موت کے گھاٹ بھی اتارا۔ اپنے آپ کو قربانی کی خاطر پیش کرتے وقت جو الفاظ امام حسینؑ کے منہ سے نکلے تھے وہ آج تک فضاؤں میں گونج رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا تھا

ان کان دین محمد لا یستقم
الا بقتلی یا سیوف خذینی

اگر میرے نانا کا دین میری جان کی قربانی سے بچ سکتا ہے تو تلوارو آؤ حسینؑ کا تن و بدن حاضر ہے۔

آج ۱۰ ذی الحجہ ہے اور ہم حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعہ ذبح کی یادگار منا رہے ہیں۔ اور ٹھیک ایک ماہ بعد ۱۰ محرم کو سید الشہداء کا واقعہ شہادت ذبح کا مفہوم صحیح ہمارے سامنے پیش کرے گا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو شعائر اللہ کی حرمت کو باقی رکھتے ہیں اور محسنین کی یاد کو ہمیشہ تازہ کرتے رہتے ہیں۔

بقیہ وظائف و لطائف

(ص ۱۲ سے آگے)

مسجد سے نکلنے کی دعا

● اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

ترجمہ:۔ اے اللہ میں آپ سے آپ کا فضل مانگتا ہوں۔

★ حضرت ابو اسیدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ تم میں سے کوئی مسجد سے نکلے تو کہے اللھم انی اسئلک من فضلک۔ (مسلم ۱۲ مشکوٰۃ)

فائدہ:۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت فرمایا کہ الٰہی رحمت کے دروازے کھول دے اور نکلتے وقت فرمایا۔ الٰہی تیرا فضل چاہتا ہوں اس سے اشارہ ہے کہ مسجد رحمتوں کے نازل ہونے کا محل ہے اور مسجد کے باہر فضل حاصل کرنے کا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے سورۃ جمعہ میں کہ جب نماز تمام ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اکثر جگہ فضل سے مراد رزق ہے۔

● بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ

ترجمہ:۔ اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہؐ پر درود و سلام کے بعد اے اللہ میرے سب گناہ بخش دیجئے اور میرے واسطے اپنے فضل (رزق) کے دروازے کھول دیجئے۔

★ حضرت فاطمہ زہراؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ آخر تک۔ (ترمذی و احمد ۱۲ مشکوٰۃ)

آداب مسجد میں ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو پہلے داہنا قدم اندر رکھے اور جب مسجد سے نکلے تو پہلے بایاں قدم باہر بایاں جوتا پر رکھے اور پاپوش (جوتا) پہلے داہنے پاؤں سے پہنے۔

(ماخوذ منتخب)

دہلی کٹیگ - ملتان ● ● ●

یادگارِ خلیل علیہ السلام

از جناب سیّد صالح محمد شاہ صاحب سنجر پور (بہاولپور)

ہر چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ایک معیار قائم کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ جو چیز اس معیار کے مطابق پوری اترے۔ اسے اصلی قرار دیا جائے۔ اور جو اپنے آپ کو اس مقرر کردہ معیار سے جتنا کم ثابت کرے۔ اس کو وہی درجہ دیا جائے۔ اسی صورت میں اصلی اور نقلی چیزیں تمیز کی جا سکتی۔

دنیاوی زندگی میں وزن، پیمانے، کسوٹیاں اور دیگر ایسی ہزارہا چیزیں اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے ایجاد کی گئی ہیں۔ انسان کی حقیقت کا اندازہ لگانے اور ہر شخص اپنے دوست، احباب اور متعلقین کا مطالعہ کرنے کے لئے اپنی سمجھ اور مذاق کے مطابق کچھ اصول وضع کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح سے اللہ تعالےٰ نے بھی انسانیت کے لئے ایک خاص قانون مقرر فرما دیا ہے جس کے مطابق عمل کر کے ہم خالق کائنات پر جو عالم الغیب بھی ہے۔ اپنی صداقت کا رعب تو نہیں جما سکتے۔ البتہ دنیا والوں کے سامنے معیارِ حق و صداقت ضرور قائم کر سکتے ہیں۔

جب تک ایک چیز کے مقابل میں مخالف طاقت کا استعمال نہ کیا جائے اس وقت تک اس کی طاقت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اپنے احکام اور رضامندی کے مقابلے میں انسانی جسم میں نفس اور باطل پرستی کے جذبات قائم فرمائے۔ تاکہ خدا پرستی کا دعویٰ کرنے والے بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی حقیقت معلوم کر سکیں اور صرف زبانی دعویٰ ہی ان کو خود فریبی میں مبتلا نہ کر دے۔

عوام الناس کو تو صرف فرائض کی پابندی اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کا مطالبہ کر کے ہی آزمایا گیا ہے اور درحقیقت یہ اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت کا کم سے کم معیار مقرر فرمایا ہے۔ اب جو شخص اپنی محبت اور عبودیت میں جتنا زیادہ ترقی کرتا جائے گا۔ اس کی آزمائش اور امتحانات اسی قدر سخت ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ انبیاء کرام کے امتحانات دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرشتے تک حیران رہ جاتے ہیں کہ یا اللہ! یہ وہی جنس بشر ہے جس کے متعلق ہم نے نافرمانی کی پیشین گوئی کی تھی۔"

ذیل میں عید الضحیٰ کی مناسبت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو واقعات آزمائش درج کئے جاتے ہیں۔ ان سے حضرت انبیاء کرام کی شان رفعت اور بزرگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

بت پرستوں نے خلیل اللہ کی دلیلوں سے عاجز آ کر سابقہ روایات کے مطابق فیصلہ کر لیا کہ طاقت استعمال کر کے حق کی اشاعت روک دی جائے۔ چنانچہ نمرود نے ایک بہت بڑے میدان میں لکڑیوں کے ڈھیر کے ڈھیر اکٹھے کرائے۔ اور ان میں آگ لگا دی۔ شخص واحد کی جان لینے کے لئے باطل طاقتوں کا یہ اہتمام ان کی بزدلی اور بدحواسی پر دلالت کرتا ہے۔ بہرصورت جب آگ کے شعلے آسمان تک پھیل گئے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں ڈال دیا گیا۔ عین اس وقت جب اس اولوالعزم پیغمبر کو پوری انسانی طاقت کے ساتھ منجنیق میں گھمایا جا رہا تھا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ آگ کے وسط میں پھینکا جا سکے۔ ایسے وقت میں جب کہ بڑے بڑے بہادروں اور مستقل مزاجوں کے بھی اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور بصد نیاز عرض کیا کہ:۔

"اللہ کے خلیل! میں آپ کی امداد کے لئے حاضر ہوں۔ اگر حکم ہو تو کفار کو آنِ واحد میں تباہ و برباد کر دوں۔"

اسی وقت ابراہیم علیہ السلام نے جو جواب دیا۔ وہ راہ حق میں تکالیف برداشت کرنے والے ہر شخص کا سرمایہ حیات ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"مجھے اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی امداد کی ضرورت نہیں۔"

حضرت جبرائیل نے پھر عرض کیا کہ:۔

"خلیل اللہ! یہ وقت اللہ تعالےٰ کی غیرت کے جوش کا ہے۔ آپ دعا مانگنے میں جلدی فرمایئے۔"

انہوں نے مسکرا کر پوری طمانیت اور سکون کے ساتھ جواب دیا:۔

"میرا اللہ میرے حال سے پوری طرح باخبر ہے۔"

آپ جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ وہی تیز و تند شعلے جو اپنی غضبناکی میں دوزخ کا نمونہ پیش کر رہے تھے۔ حضرتِ خلیلؑ کے لئے پھولوں کی سیج ثابت ہوئے اور خدا تعالےٰ کے نافرمان قیامت تک کے لئے ذلیل و پشیمان کر دیئے گئے۔ انا کذالک نجزی المحسنین!

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جیسے سعادت مند اور فرمانبردار فرزند کی پیدائش نوّے برس کی تمناؤں اور دعاؤں کے بعد اس گھر میں اجالے کا باعث ہوتی ہے بوڑھے والدین کی تمام دینی اور دنیاوی امیدیں اسی ہونہار سے وابستہ ہیں۔ بچہ کی پیاری پیاری ادائیں اور اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کے جذبات حق پرست والدین کے لئے حقیقی مسرت کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت میں فرمان خداوندی نازل ہوتا ہے کہ:۔

"اسے ہماری خاطر قربان کرو۔"

اب وہی حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ جنہیں نہ اپنے بڑھاپے کا خیال ہے۔ نہ بیوی کے جذبات کا احساس ہے۔ نہ معصوم بچے کی بھولی بھالی ادائیں آڑے آتی ہیں۔ اپنا قطعی فیصلہ گھر والوں کو سنا دیتے ہیں۔ انتہائی تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ اس اچھوتے فیصلہ سے گھر بھر میں نہ تو کسی پر مایوسی طاری ہوتی ہے نہ گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہیں۔ نہ شیطانی وسوسے اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی گریز اور فرار کے حیلے بہانے تراشے جاتے ہیں۔ اگر ایک طرف ماں اور باپ اپنے بڑھاپے کے سہارے، جگر کے ٹکڑے اسمٰعیل جیسے نورِ نظر کو قربان کرنے کے لئے بیتاب ہیں۔ تو خود اسمٰعیل علیہ السلام اپنی قربانی کا حکم سن کر اپنی خوش قسمتی پر پھولے نہیں سماتے۔ زبان پر شکر خداوندی ہے۔ دل میں جذبات کا طوفان موجیں مار رہا ہے۔ اپنے والد کو بھولے پن سے مشورے دے رہے ہیں کہ:۔

"جلدی سے آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے چھری ایک بار پھر تیز کر لیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ مجھے تڑپتا ہوا دیکھیں۔ تو محبت پدری جذبۂ قربانی پر غالب آنے لگے۔ اور آپ کے ثواب میں کمی آ جائے۔"

اللہ اکبر! اسے کہتے ہیں سعادت مندی اور اولوالعزمی۔ آخر کیوں نہ ہو۔ یہ سعادت ہر ایک کے حصہ میں آنے والی بھی تو نہیں۔ قربانی اگر منظور کی جا رہی تھی۔ تو ایسی ہی صفات والے کی۔ جب ہم گنہگار اپنی قربانی پیش کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ہماری پیش کردہ قربانی ہر عیب سے مبرا ہو۔ تو خلیل اللہؑ کی قربانی جو خود پروردگار عالم ہی کے ایماء سے پیش کی جا رہی ہو۔ کن اوصاف سے مرصع ہو گی۔

آسمان اور زمین حیران تھے۔ فرشتے محوِ حیرت تھے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اطاعت کے اس درجہ کو سمجھنے میں سرگرداں تھا۔ کیا یہ مٹی کا وہی پتلا ہے۔ جسے حقارت کی نظر سے دیکھا گیا تھا؟

باقی صفحہ [illegible] پر

بقیہ اسلام غیر مسلموں کی نظر میں صفحہ ۲ سے آگے

اپنی نسبت اس سے کچھ زیادہ نہیں سمجھتے تھے۔ کہ آپ خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ آپ اپنے ولی معتقدوں کو یاد دلاتے رہے تھے کہ میں انسان سے بڑھ کر نہیں ہوں۔ اگرچہ آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ خاتم النبیین اور سردار انبیاء ہیں۔ یعنی سب سے آخری اور سب سے بڑے نبی ہیں۔ مگر ساتھ ہی آپ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میں اور باقی انسان اس وقت تک بہشت میں داخل نہ ہوں گے جب تک خدا آپ کو اپنی رحمت سے ڈھانک نہ لے گا۔ جہاں آپ نے ایک یہ اعلان فرمایا کہ میں محض خدا کے فضل سے نجات پاؤں گا۔ وہاں آپ نے انسانوں کو بھی تسکین دی کہ خدا کی رحمدلی اس کے غصہ پر غالب آجاتی ہے اور یہ کہ خدا نے بہشت کے دروازے نام نہاد بے دینوں پر بھی بند نہیں کئے آپ نے فرمایا کہ اگر کسی بے دین کو معلوم ہو جائے کہ خدا کس درجہ رحیم ہے۔ تب بھی اسے بہشت کی طرف سے مایوسی نہ ہونی چاہیئے۔ (مسٹر گووند جی ڈسائی گجرات انڈیا)

مساوات صرف اسلام میں ہے

مسٹر چندر ناتھ باسو بنگال یونیورسٹی کے چانسلر اور انڈیا کونسل کے ممبر تھے۔ نیز بنگال کے مسلمہ لیڈروں اور فاضل اہل قلم میں تھے۔ آپ ہندوستان کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میرے خیال میں نوع انسان کی برائیوں کے ۹/۱۰ حصہ کو اس فرضی و مصنوعی برتری کے تصورات سے منسوب کیا جاتا ہے جو اپنے نظم ناقص میں ایک طبقہ کی نسبت رکھتا ہے اور ایک آدمی دوسرے شخص سے اور ایک قوم دوسری قوم سے اپنے آپ کو افضل سمجھتی ہے۔

یہ مصنوعی عدم مساوات جو خرابیاں ظہور میں لاسکتی ہے مقدس پیغمبر کے وقت میں بھی تھیں لیکن مذہبی تعلیمات صحت بخش سپرٹ کے تحت میں ذاتی مثال ہے آنحضرت نے ایک ایسی قوم پیدا کی جس میں افریقہ کا سیاہ فام فرزند کسی عرب قبیلہ کے مغرور شریف سردار کا ہم پلہ متصور ہوتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ سچی جمہوریت کا ولولہ اور رواداری و مساوات کی خوبیاں اسلام نے دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا دیں۔ پیغمبر اسلام نہ صرف ان محاسن کی تبلیغ کرتے تھے بلکہ خود بھی ان پر عامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں آج باوجود اس مقدس بزرگ (پیغمبر) کے انتقال کو تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے ایک خاکروب حلقہ اسلام میں داخل ہو کر کسی بڑے سے بڑے خاندانی مسلمان سے مساوات کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔

مسٹر بپن چندر پال کا بیان

یہ شخص ہندوستان کے مشہور اہل قلم اور بنگال کے خاص نامور فرزند ہیں۔ اسلامی رواداری پر ایک طویل مضمون میں رقمطراز ہیں ۔ اسلام نے یہاں آکر ایسی

جدید آئین و قوانین سے روشناس کیا۔ نئے طریقہ ہائے انتظام بنائے۔ حکومت کے جدید اغراض و مقاصد سے واقف بنایا اور ہندوستان کے مختلف افراد اور مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو پیشتر کی نسبت کہیں زیادہ وسیع و اقتصادی مفاد و مقاصد کی حامل تھی۔

مسلمانوں نے انگریزوں کی آمد سے ایک مدت پیشتر ہی ہندوستان کی سلطنت کو منظم اور قوم کو متحد کرنے کا شرف حاصل کر لیا تھا۔ اسلام کی سیاسی صورت حالات کے متعلق مسٹر امیر علی لکھتے ہیں کہ ان سالوں میں جبکہ حضور نبی کریمؐ مدینہ منورہ میں رونق افروز تھے اسلام نے سیاسی طور پر بنی نوع انسان کو اپنے حقوق عطا کئے جو رومیوں اور دیگر اقوام نے صدیوں میں بھی اپنی رعایا کو نہ دیئے تھے ۔ اسلام نے ٹیکس کو محدود کر دیا۔ قانوناً سب انسانوں کو ایک دوسرے کے مساوی کر دیا۔ حکومت خود اختیاری کے اصول کی ترویج کی بادشاہوں کے اختیارات پر پابندیاں عائد کیں۔

گاندھی جی کا دل سے باہر آکر بیان دینا

سیرۃ النبی (مصنفہ علامہ شبلی مرحوم) کے مطالعہ سے میرے اس عقیدہ میں مزید پختگی اور استحکام آگیا کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات انسانی میں رسوخ حاصل نہیں کیا تھا۔ بلکہ پیغمبر اسلامؐ کی انتہائی سادگی انتہائی بے نفسی عہود و مواثیق کا انتہائی احترام اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی جرأت، بے خوفی، اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص تھے جو ہر مشکل اور ہر رکاوٹ کو اپنی ہمہ گیر زد میں بہالے گئے

قیامت کے آثار

برطانیہ کے مشہور ہیئت دان پروفیسر جے ایچ جینز کا خیال ہے۔ کہ شمس کا چراغ گل ہونے والا ہے۔ اس کے بعد زمین کس قدر سرد ہو جائے گی کہ کوئی ذی رُوح ہستی اس پر زندہ نہ رہ سکے گی۔

فرانس کے مشہور اور ماہر فلکیات مسٹر بالاسٹے کا خیال ہے کہ زحل ستارے میں آگ کے بڑے بڑے گولے نکل کر فضا میں پھیل رہے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک آدھ گولہ کسی روز زمین سے ٹکرا کر اسے فنا کر دے گا۔ پروفیسر جینز کی رائے میں سورج کا خود اندر زندگی بالکل قریب الاختتام ہے (منقول از اخبار کھجور ۳۰ر اگست ۱۹۲۸ء)

اسلام کے رکن اعلیٰ نماز کے متعلق

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں مصر کے مشہور مجلہ المویدہ (قاہرہ) الفضیلہ کے عنوان سے ایک ناصحانہ مضمون شائع ہوا تھا۔

یورپ جس کو اپنی تہذیب و تمدن کے عروج پر ناز ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے الحاد و زندقہ کا عظیم الشان مرکز ہے۔ ہم دنیا میں جس قدر الحاد پرستی دیکھ رہے ہیں یورپ اس کا اولین سرچشمہ ہے۔ لیکن قدرت کی اعجاز آفرینیاں دیکھو کہ اس الحاد آباد یورپ میں کچھ لوگ صداقت کی حمایت میں مشغول ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ موجودہ آزاد خیالی کے سیلاب کو جلد از جلد ختم کر دینے کے لئے مضطرب و بے قرار ہیں۔ ہماری مراد اُن علمائے مغرب سے ہے جو باوجود کافی آزاد خیال ہونے کے مذہب کی ضرورت و عظمت کے قائل ہیں اور جن کا مسلک خود پرستی نہیں بلکہ خدا پرستی ہے۔ ان ہی راست باز روحوں میں سے بعض نے اسلامی نماز کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ موجودہ حالات میں جبکہ الحاد کی کئی آندھیاں چل رہی ہیں اور ایمان کی شمع جھلملا رہی ہے۔ ہم ان خیالات کی اشاعت ضروری سمجھتے ہیں۔

سینٹ ہیلیر کا قول

روما کا مشہور پادری سینٹ ہیلیر اپنی کتاب (دعا دی پریئر) میں لکھتا ہے کہ میں نے جہاں جہاں اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ وہاں کی عبادت گاہوں کو ضرور دیکھا۔ اس سلسلہ میں نماز پر بھی غور کرنے کا موقع ملا۔ میرے نزدیک یہ ایک افضل ترین عبادت ہے جب ایک خدا کا پجاری اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر اس کی خوشنودی چاہتا ہے اور اس کی حمد و ثنا کے گیت گاتا ہے تو رُوح وجد میں آجاتی ہے۔ تو اُس وقت یقیناً انسان اپنے مذہب کے قریب ہو جاتا ہے تا آنکہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اس کے حضور میں سربسجود نظر آتا ہے اس کا آخری نتیجہ روح کی طہارت اور قلب کی پاکیزگی ہے۔ مزید براں اس عبادت میں ورزشی پہلو بھی نمایاں ہے جس کا تعلق جسم کی تقویت سے ہے۔ میں نے دیکھا نماز گزار سست کاہل نہیں ہوتے۔ صبح کی بیداری عجیب اثر رکھتی ہے۔

مسٹر کنگ کا خیال

انسان فطرتاً اس بات کا عادی ہے کہ جب دُنیاوی کاموں اور مجلسی تفریحوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس کو اصلاحِ نفس کا خیال نہیں رہتا اور بعض تفریحوں میں لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں جب اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام نے اپنے وفاداروں پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور اس کو مجبور کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اس اہم فرض کو ادا کریں تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نماز ایک بہترین ذریعہ ہدایت ہے۔ جب ایک سچے عقیدے کا آدمی ہر طرف سے بے نیاز ہو کر خلوص محبت کے

بقیہ شادی کمیشن کی سفارشات

(صفحہ ۳ سے آگے)

پر تنقیدی تبصرہ

میں نہیں ہے مگر تم اس پر بہت حریص کیوں نہ ہو۔ لہٰذا (قانون الٰہی کی رو سے تم اس کے مکلف ہو نہیں ہو۔ جس عدل کے تم مکلف ہو وہ عدل کرنا ہے ظاہری حقوق زوجیت میں اس لئے اس میں) ایک بیوی کی طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو " بلکہ تمام بیویوں کے ساتھ یکساں عدل اور انصاف کرو)

دونوں آیتوں سے واضح طور پر تعدد ازدواج کے متعلق جو احکام ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں

(۱) ایک سے لیکر چار تک بیویاں رکھنا ہر اس شخص کے لئے جائز ہے جو ان کے ساتھ عدل پر قائم رہ سکتا ہو۔ بلکہ اقامت عدل کی غرض سے یہ فعل اور بھی مستحسن ہو جاتا ہے۔

(۲) جو شخص متعدد بیویوں سے نکاح کرے۔ اس پر ان بیویوں کے درمیان عدل کرنا۔ از روئے قانون شرعی واجب اور لازم ہے۔

(۳) متعدد بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف ظاہری حقوق زوجیت کی ادائیگی میں اس طرح جھک جانا جس سے دوسری بیوی کے حقوق زوجیت تلف ہوں حرام ہے۔

تعجب ہے کہ ایسی صریح اجازت دربارہ تعدد ازدواج اور اس کے تفصیلی احکام کے باوجود جو لوگ مغربی نظریات پر ایمان رکھنا اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ وہ الٹا ان ہی آیتوں سے یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں کہ تعدد ازدواج اسلام کی نظر میں ایک مکروہ رسم ہے۔ چنانچہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کا اصلی مقصد تعدد ازدواج کے طریقہ کو مٹانا تھا۔ مگر چونکہ یہ طریقہ بہت رواج پا چکا تھا اس لئے اس پر پابندیاں عائد کر کے چھوڑ دیا گیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم اگرچہ ایک طرف عدل کی شرط کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے مگر دوسری طرف عدل کو جیسا کہ سورۂ نساء کی دوسری آیت میں ہے۔ ناممکن قرار دیکر اس اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے۔ اس سے ملتی جلتی بات وہ بھی ہے جو حال ہی میں بعض حضرات کی طرف سے بصورت استدلال پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم نے تعدد ازدواج کی اجازت کو حقوق یتامیٰ کی حفاظت سے وابستہ کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقوق یتامیٰ کی حفاظت کا سوال اگر نہ ہو تو یہ اجازت خود بخود منسوخ ہو جائے گی۔ ایسی باتیں وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہوں یا ذہنی غلامی میں مبتلا ہوں۔ قرآن کریم نے تعدد ازدواج کے بارے میں کہیں بھی اشارۃً یا کنایۃً ایسا لفظ استعمال نہیں کیا جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ قرآن تعدد ازدواج کو مٹانا چاہتا ہے۔ یا یہ ایک قبیح رسم ہے بلکہ اس کے برعکس صریح لفظوں میں اس کی اجازت دیتا ہے۔ البتہ عدل کو تعدد ازدواج کی صورت میں ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا قطعاً غلط ہے کہ تعدد خود ممنوع یا مکروہ فعل ہے۔ اسی طرح اس بات کو حقیقت کہنی ایک مغالطہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت کے لئے قرآن کریم کی رو سے عدل شرط ہے اور اس کو قرآن خود (ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء) غیر ممکن قرار دے کر تعدد ازدواج کی اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر اس آیت کا مقصد تعدد ازدواج کی اجازت کو منسوخ کر دینا ہوتا۔ تو بجائے (ولا تمیلوا کل المیل) یہ الفاظ زیادہ صریح اور موزوں ہوتے۔ فلا تنکحوا الا واحدۃ (یعنی چونکہ تعدد ازدواج مشروط بالعدل ہے۔ اور عدل تمہارے بس میں نہیں ہے اس لئے ایک سے زائد بیویوں کے ساتھ ہرگز نکاح مت کرو۔ لیکن لاتمیلوا کل المیل کے الفاظ استعمال کرنا اس امر کی تصریح ہے کہ تعدد ازدواج کو منسوخ نہیں کیا گیا بلکہ ظلم کے دروازوں کو بند کیا جا رہا ہے نیز آیت سے یہ مطلب نکالنا کہ تعدد ازدواج کو منسوخ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے بھی غلط ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عدل ہے ظاہری حقوق زوجیت میں۔ دوسرا عدل ہے قلبی اور طبعی رجحانات میں جو عدل تعدد ازدواج کے لئے شرط کے درجہ میں ہے وہ عدل ہے ظاہری حقوق زوجیت میں۔ اور یہ غیر ممکن نہیں۔ بلکہ انسان کا مقدور اور تعدد ازدواج کی صورت میں شرعاً مطلوب بھی ہے اور اس کا انسان مکلف بھی بنایا گیا ہے

(۱) اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی

(۲) وامرت لاعدل بینکم

(۳) ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا۔

اس لئے تعدد ازدواج ظاہری حقوق زوجیت میں عدل

(باقی صفحہ ۲۳ کالم ۳)

بقیہ شذرات

(صفحہ ۳ سے آگے)

اس کی تصدیق ہوتی کہ ۱۳ ر تاریخ کو جو آخری ہوائی جہاز جا رہا ہے اس میں ان کے لئے تین نشستیں مخصوص ہو چکی ہیں۔ اسی شام کو وہ کراچی روانہ ہو گئے۔ اخبار ہذا کے طابع و ناشر مولانا عبیداللہ صاحب انور اور انکی والدہ صاحبہ بھی شریک سفر ہیں۔ ظاہر ہے اس عجلت میں اکثر مقامی حضرات دوسرے دن تک حضرت شیخ التفسیر کی روانگی کی اطلاع نہ پا سکے۔

سرخ نشان (X)

جن احباب کا چندہ ختم ہو جاتا ہے۔ دفتر کی طرف سے ان کے پیکٹ پر سرخ نشان لگ کر جاتا ہے۔ تاکہ وہ اطلاع پاکر چندہ ارسال فرما دیں۔ لیکن مشاہدے میں آیا ہے کہ بار بار سرخ نشان لگانے کے باوجود چندہ میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ ایسے احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ خدام الدین کی اشاعت کا واحد مقصد تبلیغ دین ہے اور اس کی اشاعت میں حصہ لینا تبلیغ میں عملی حصہ لینا ہے۔ آپ کی خریداری تبلیغ کی توسیع و بقا کے لئے ضروری ہے اگر ترسیل چندہ میں دو تین ہفتہ کی دیر ہو جائے تو دفتر کو گوارا ہے۔ ورنہ بلا چندہ پرچے کا اجرا تبلیغ دین میں حائل ہونے کے مترادف ہے۔ از راہ نوازش وہ احباب جو اس اعلان سے متعلق ہیں وہ توجہ فرمائیں آئندہ تین ہفتہ انتظار اور سرخ نشان لگنے کے بعد وی۔ پی بھیج دیا جائے گا۔ جس کو وصول کرنا ایسے احباب کا دینی و اخلاقی فرض ہوگا۔ تاکہ تبلیغ کا کام بحسن و خوبی ہو سکے (ادارہ)

بقیہ یادگار خلیل علیہ السلام

(صفحہ ۱ سے آگے)

کیا ایسی سخت آزمائش میں اس ضعیف ہستی کی کامیابی ممکن ہے مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی قربانی کی ضرورت نہیں ولکن ینالہ التقوی منکم صرف انسانی عظمت کا کائنات کو مشاہدہ کرانا مقصود تھا۔ یہ رفعت یہ بلندی اپنے بن دیکھے معبود کی محبت کے یہ جذبات صرف انہی سے ممکن ہیں۔ جنہیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائی گئی ہو۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللھم اجعلنا منھم

اپنے خلیل کی اس یادگار کو اگر قیامت تک کے لئے اپنے پسندیدہ بندوں میں جاری فرما دیا گیا ہے تو صرف اسی وجہ سے سالکان راہ حق کو اپنے نفس کے مقابلے میں رب العلمین کے احکام کی فرمانبرداری کا درس دیا جاتا رہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی جذبۂ محبت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

مقامِ خلّت

(ص۳ سے آگے)

اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ غار سے باہر نکلتے ہی حضرت ابراہیمؑ کی نظر ایک گڈریا پہ پڑی۔ جو بکریوں کا ریوڑ چرا رہا تھا۔ والدہ سے پوچھا۔ کہ ان بکریوں کا خالق کون ہے۔ جواب ملا۔ کہ یہ گڈریا۔ پھر پوچھا۔ کہ اس گڈریا کا خدا کون ہے۔ والدہ نے کہا۔ کہ نمرود بادشاہ اب سوال تھا۔ کہ نمرود کا خدا کون ہے۔ جس پر والدہ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور سمجھایا۔ کہ وہ خود خدا ہے۔ خیر ان سوال و جواب کے بعد فطرتِ سلیمہ کے حامل نونہال نے صحیفۂ کائنات پر نگاہیں ڈالیں۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ

(اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان اور زمین کے مناظر دکھلائے۔ مقصد یہ تھا۔ کہ اس کا سینہ دولتِ یقین سے بھرپور کیا جائے)

یہ فانی مخلوقات میں غیر فانی خالق کی تلاش تھی جبکہ ایک درخشندہ و تابندہ ستارہ نظر آیا۔ اور پھر چاند پر نظریں پڑیں۔ دونوں کو یکے بعد دیگرے خالق سمجھا۔ مگر جب اُن میں انحطاط پذیری کے آثار دیکھے تو نہایت بیقراری سے خالقِ حقیقی کی تلاش میں قدم آگے بڑھائے اب مہرِ جہاں آرا پر نظر پڑی۔ تو پکار اُٹھے۔ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَا اَكْبَرُ (یہ میرا رب ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے) مگر جب وُہ بھی متغیر ہونے لگا۔ تو خود خدائے دوجہاں نے اپنے دروازے کے آستانے پر کھڑا کر کے یہ الفاظ زبان پر جاری کر دیئے۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ یہ وُہ پکار تھی۔ جس کے بعد پروردگارِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ اور اسی طرح سے متلاشئ حق کی جدوجہد ختم ہوئی اب تسلیم و رضا کے الوہی خلعت ابراہیم کو مکمل طور پر پہنا دیا۔ اور یہ مامور من اللہ اور فرستادۂ الٰہی بن کر قوم کی طرف آئے۔ افرادِ قوم نجاستِ شرک میں ڈوبے ہوئے تھے سب سے پہلے اپنے باپ کو درسِ توحید پیش کیا۔ باپ نے آپ کو گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی۔ مگر یہ منزلِ خلّت کا راہی توفیقِ ایزدی سے ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا گیا۔

ایک دفعہ نمرود سے دربارِ شاہی میں مناظرے کی نوبت آئی۔ آپ کے براہینِ قاطع اور آپ کی پیغمبرانہ ذہانت کے سامنے اس مردودِ ازلی کی ایک بھی نہ چلی۔ مبہوت و ششدر رہ گیا۔ شاہی دربار کے طمطراق و احتشام کو دیکھ کر ایک عامی آدمی کے حواس مختل ہو سکتے تھے۔ مگر اس موحدِ اکبر کے دل پر اس چھوٹے خدا کی ہیبت ایک لمحہ کے لئے بھی طاری نہ ہوئی۔

ایک دوسرے موقعہ پر جب افرادِ قوم ایک جشن سے شہر میں واپس آئے۔ تو معلوم ہوا کہ شاہی بتخانے کو تہس نہس کرنے والا ابراہیم ہی تھا۔ لہذا آپ کو قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ قوم کے مرد و زن اپنے خداؤں کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کے لئے آگ بگولا ہو رہے تھے۔ مگر خلیل اللہ چٹان سے بڑھ کر اپنے اندر استقامت رکھتے تھے۔ انکی خون آشام تلواروں کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (یہی بڑا خدا ہے جس نے سب کچھ کیا ہوگا۔ اگر شک ہے۔ تو زخمی خداؤں کو پوچھو۔ اگر یہ بول سکتے ہیں)

فَرَجَعُوْا اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اب انہوں نے اپنی ضمیروں پر نظر ڈالی (مشرک ضمیر بھی غلطی پہ ندامت محسوس کرتی ہے) تو دل میں کہنے لگے۔ ہائے افسوس حقیقت میں بت پرستی ایک ابدی لعنت ہے جس میں ہم گرفتار ہیں۔ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ (سرِ ندامت خم کر کے) کہنے لگے لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ (اے ابراہیم یہ تو تجھے معلوم ہے کہ یہ خدا نطق سے عاری ہیں) دشمنانِ دین کو شکست خوردہ پا کر پھر شفقت سے تبلیغ کرنے لگے۔ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (فرمایا کیا تم خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر اُن کی عبادت کرتے ہو جو ذرّہ بھر بھی نہ تمہاری نفع رسانی اور نہ ہی تمہارے نقصان پہ قادر ہیں۔) اب ساری قوم پورے جوش انتقام میں بھری کھڑی تھی وہ لوگ جانتے تھے۔ کہ یہ وُہ شخص ہے کہ برسوں سے ہمارے خداؤں کا منکر ہے اور آج پھر ہمارے حاجت رواؤں کی بے حرمتی کر کے وہی آوازۂ توحید بلند کر رہا ہے۔ کھچی ہوئی تلواروں لہراتے ہوئے برچھوں، چمکتی ہوئی انیوں اور خون آشام آنکھوں کا بطلِ حریت اور مبلغِ وحدت کے دل پر ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ وہ لوگ اپنے خداؤں کی حمایت میں ابراہیم سے انتقام لینے کیلئے بدحواس ہو رہے تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنی شرک سوز گرجتی آواز سے فرمایا۔ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (حیف صد حیف تمہاری کج فہمی اور دناءت پر اور صد ہزار پھٹکار تمہارے مصنوعی خداؤں پر کیا تم عقل کے لحاظ سے اندھے ہو چکے ہو؟) ان الفاظ پر ساری قوم یک زبان پکار اُٹھی۔ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۔ پکڑو۔ پکڑو۔ جلا دو۔ جلا دو۔ اور اسی طرح سے ہی اپنے مظلوم خداؤں کا انتقام لیکر دل کی بھڑاس نکال لو۔ یہ قوم نمرود کا فیصلہ تھا۔ اب ربِّ جلیل کا فیصلہ بھی سنیئے۔ کہ جب قوم نے میلوں میں آگ جلا کر اور پھر منجنیق میں ڈال کر ابراہیم علیہ السلام کو جلتے ہوئے شعلوں میں پھینکا تو روحِ خلیل نے اپنی قربانی پر شاہدِ حقیقی کو ان الفاظ میں گواہ بنایا۔

بجرمِ عشقِ توام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

حریمِ ناز کے پردہ نشین نے جب حجابِ نورُ السمٰوٰت والارض سے جھانکا۔ تو اپنے دوست اپنے حنیف کو آتشِ نمرود میں بھی لا الٰہ الا اللہ پکارتے ہوئے پایا۔ تو زبانِ قال سے فرمایا۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ (اے آگ تو اپنی حرارت کو چھوڑ کر ٹھنڈی ہو جا۔ اور پھر تیری فضاؤں میں وہ لطافت و فرحت پیدا ہو جائے۔ کہ میرے خلیلؑ کے لئے وہ سلامتی کا پیغام ثابت ہوں۔ یہ وہ مضحکہ خیز انجام تھا۔ جو نمرود کی ساری سلطنت کی انتقامی جدوجہد کا ہوا

بقیہ شادی کمیشن کی سفارشات (ص۱ سے آگے)

کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ اقامتِ عدل کی غرض سے مطلوب اور مستحسن بھی ہو جائے گا۔ اور سورہ نساء کی دوسری آیت میں جو عدل غیر ممکن قرار دیا گیا ہے وہ عدل ہے قلبی اور طبعی رجحانات میں اور تعدد ازواج کی اجازت کے لئے یہ شرط نہیں ہے اس کے غیر ممکن ہونے سے تعدد ازواج کس طرح منسوخ ہو سکے گا۔ رہا یہ خیال کہ تعدد ازواج چونکہ حقیقی یتامیٰ کی حفاظت سے وابستہ ہے۔ لہذا اگر حقیقی یتامیٰ کا سوال نہ ہو۔ وہاں یہ اجازت خود بخود منسوخ ہو جائے گی۔ تو یہ بھی قرآن مجید کے اسلوبِ بیان اور طرزِ تفہیم سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ قرآن کریم میں بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ جن میں ایک حکم بیان کرنے کے ساتھ ان حالات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں اس حکم کے بیان کی حاجت پیش آئی ہے یا جن میں اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ لیکن حکم ان حالات کے ساتھ وابستہ اور مخصوص نہیں رہتا بلکہ دوسرے تمام حالات میں بھی اس حکم پر عمل کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوتا ہے۔

(ان مثالوں کو ہم وضاحت کے ساتھ آئندہ اشاعت میں بیان کریں گے)